ربیع الثانی–جمادی الاول 1445ھ | نومبر–دسمبر 2023ء
شمارہ-75

نصرۃ میگزین

فلسطینی مسلمان شہریوں کا وقار اور صبر کے ساتھ شہادت کو گلے لگانا ہمارے مسلمان فوجی افسران کیلئے سبق ہے کہ وہ مسجد الاقصیٰ کی آزادی کیلئے آگے بڑھیں

فلسطین پاکستان آرمی کو پکار رہی ہے!

محمد بن سلمان اور یہودیوں کے مابین نارملائزیشن

حالیہ مسئلہ فلسطین کو اپنے بچوں سے اور دوسرے لوگوں سے بھی کیسے ذکر کرنا چاہیئے

فہرست

اداریہ 3

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(246-248) 6

ایمان کے سامنے خوف اور طاقت کے ہتھیار ناکام ہو جاتے ہیں 11

عمران خان، پی ٹی آئی، سائفر اور غیر انقلابی انقلاب پسندی (Non radical radicalism) کا مسئلہ 16

سعد بن معاذؓ 24

حالیہ مسئلہ فلسطین کو اپنے بچوں سے اور دوسرے لوگوں سے بھی کیسے ذکر کرنا چاہیئے 27

وراثت سے متعلق چند تصورات جن کی اصلاح ضروری ہے 33

باربی کا حالیہ جنون 41

"اور یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کو مدد بھی نہیں ملے گی" (سورۃ آل عمران:111) 46

حقوق نسواں سے لے کر مابعد جنسیت تک (حصہ اول) 50

سوال وجواب: کوشش کرنا رزق کا سبب نہیں ہے 63

سوال وجواب: محمد بن سلمان اور یہودیوں کے مابین نارملائزیشن 70

سوال وجواب: جس کو رکاز (مدفون خزانہ) ملے وہ اس میں سے پانچواں حصہ دے 79

میڈیا پیغام:: فلسطینی مسلمان شہریوں کا وقار اور صبر کے ساتھ شہادت کو گلے لگانا ہمارے مسلمان فوجی افسران کیلئے سبق ہے کہ وہ مسجد الاقصیٰ کی آزادی کیلئے آگے بڑھیں 84

اداریہ

اکتوبر 2023 کو سرزمین فلسطین کے جواں فرزندوں کے جرأتمندانہ اقدام کے بعد دنیا بھر میں اس مبارک امت سے جو توقعات رکھی جاتی تھیں، وہ اس پر پورا اتری۔ اسلام اور مسلمانوں سے ہم سب کی مشترکہ محبت کی انتہا واضح ہو کر سامنے آگئی۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے مسرت کا اظہار کیا اور اپنی افواج سے مسلمانوں کی حمایت میں حرکت میں آنے کا مطالبہ کیا۔ پوری امت کی جانب سے ایمان کے تعلق کے سبب یک جان ہو کر بس ایک ہی پکار سنی گئی۔ مراکش سے انڈونیشیا تک کے مسلمان، سکول کے بچوں سے ہمارے معزز بزرگوں تک۔ پوری دنیا میں، ہماری اسلامی سرزمینیں ہوں یا غیر اسلامی، غرض کہ ہر طرف اور ہر جگہ، سب مسلمانوں نے ایک امت ہونے کا ثبوت دیا اور وہ پکار رہے تھے۔ اور یہ تو بس صرف ایک جھلک ہے جو کہ باذن اللہ جلد ہی واقع ہونے والا ہے۔

قابض یہودی وجود کی کمزوری عیاں ہو چکی ہے۔ ہتھیاروں کی جدت سے اس کی افواج کی بزدلی کا ازالہ ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ قابض یہودی وجود نے اپنا اصل رنگ دکھا دیا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "کاغذ کا شیر"۔ اس امت کے حقیقی جوانمردوں کا سر بلند ہو گیا۔ انہوں نے اپنی تمام تر ہمت، تخلیقی صلاحیتوں اور تدبیر سے مسجد اقصیٰ اور اس کے مبارک علاقوں کا دفاع کیا۔ مسلمانوں نے یہودی وجود کی بزدل افواج کو دم دبا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا، اور یہود نے اپنی دفاعی اور فوجی تنصیبات کو تباہ ہوتے دیکھا۔ قابض یہودی وجود کی جانب سے نہتے شہریوں پر ہونے والی اس بزدلانہ انتقامی کاروائی سے ان کے حوصلے پست نہیں کئے جاسکتے۔

استعمار کی سالہا سال کی کاوشوں نے امت کا برین واش کر کے رکھ دیا تھا۔ انہوں نے ہمیں نیند میں غافل سویا رہنے کے لئے ہر طرح کا حربہ استعمال کیا۔ تاہم، باذن اللہ صرف ایک ہی صبح میں وہ تمام کاوشیں فنا ہو کر رہ گئیں۔ ہمارے دین کا نور، اسلام کا نور چمک اٹھا۔ ہم جاگ کر بیدار ہو گئے۔ ہم واپس اپنے راستے پر آگئے، اپنے ایمان پر لوٹ آئے، اپنے اسلام پر پلٹ گئے اور دوبارہ امت کے بارے میں سوچنے لگے۔

یہ امت 'امتِ واحدہ' ہے اس میں خیر ہے۔ اور آپ اس خیر کو ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں۔ ایسا اس جدید دور میں پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اور یہ "طوفان الاقصیٰ' ساری دنیا کی آنکھیں کھول دینے والا تھا۔ ہم اس امت کی دھڑکن کو محسوس کر سکتے تھے۔ ہم سب نے ایک ساتھ محسوس کیا۔ امت بھائیوں اور بہنوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہے۔ بہر حال ابھی تک یہ فتح نہیں ہے۔ تاہم، اس دلیرانہ اقدام نے ہمیں ہماری خاموشی اور سکوت سے جھنجھوڑ کر باہر نکال دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

«مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لاَ يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ»

"میری امت کی مثال بارش کی سی ہے۔ معلوم نہیں اس کا آغاز بہتر ہے یا کہ اس کا آخر"۔

اس امت کی آزادی کے لیے ہماری آواز پہلے کبھی بھی اتنی بلند نہ تھی۔ ہمارا اثر پہلے کبھی اتنا زیادہ نہیں رہا۔ ہر صدا، کروڑوں دوسری آوازوں کے ساتھ ملتی جا رہی ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا؛

﴿لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُم بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ وبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ﴾

"وہ تم سب سے نہیں لڑیں گے سوائے قلعہ بند شہروں کے اندر یا دیوار کے پیچھے سے۔ ان کی آپس میں مخالفت شدید ہے۔ تم انہیں اکٹھا خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے"۔(الحشر؛59:14)

استعماری دشمن بظاہر ایک ہی کیوں نہ لگتے ہوں، لیکن وہ آپس میں منقسم ہیں، اور وقت بدلتا جا رہا ہے۔ انہوں نے برسوں تک جو سازشیں ہمارے خلاف کی ہیں، تاکہ ہمارے حوصلے توڑ ڈالیں اور ہمیں یہ محسوس کرانے کی کوششیں

کہ ہم اپنے حالات کو بدلنے سے قاصر ہیں، کہ ہم اپنا ہی حق واپس نہیں لے سکتے، وہ تمام کوششیں رائیگاں ہو چکی ہیں۔ ہے۔اب ہم پہلے سے کہیں زیادہ اثر ڈال سکتے ہیں۔

اب ہم پر لازم ہے کہ اپنی شاندار امت کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرانے، اس سے فیضیاب ہونے اور امت کو یہ سب یاد دلانے کے لیے کام کریں۔امت کو یاد دلائیں کہ ہم کون تھے!ہم اب بھی کیا صلاحیتیں رکھتے ہیں! اور ہمیں ایک بار پھر وہ بننا ہے اور اپنی اصل منزل حاصل کرنی ہے تاکہ ہم اپنے آپ کو تاریکی اور ظلم کے اندھیروں سے نجات دلا سکیں جن میں ہم ڈوبتے جا رہے ہیں!

اس امت کی بیڑیاں کھول دو تاکہ وہ اپنے اصل مقام پر پہنچ سکے جہاں اسے ہونا چاہئے!اپنی افواج کو یہ یاد دلانا کہ یہی وہ شیر ہیں جو اس امت کو ایک امام تلے وحدت اور قوت بخشیں گے،اور وہ ایک ایسی ڈھال بنیں گے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جائے گا اور ہمارا دفاع کیا جائے گا۔افواج کو اللہ کا وعدہ یاد دلانا اور رسول اللہ ﷺ کی یہ بشارت!

«ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ»"پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہو گی"

ہم چٹانوں کو اپنی جگہ سے ہلا دینے کے قابل ہیں، جیسا کہ ہم پہلے بھی یہ کر چکے ہیں، لیکن صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت کے ساتھ ہی یہ ممکن ہوا۔اگر ہم صرف اسی ذات پر ہی بھروسہ اور توکل کریں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈریں تو یقین جانیں کہ اس ذاتِ پاک سے بڑھ کر کوئی اور طاقت اور قوت نہیں ہے!ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

"اے ایمان والو، اگر تم اللہ کا ساتھ دو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا"۔(محمد؛ (47:7

فہرست

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(246-248)

جلیل القدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلاَّ مَنْ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلاَّ قَلِيلاً مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لاَ طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلاَقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (249)وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ(250)فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلاَ دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتْ الأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (251)

"پھر جب طالوت فوجیں لے کر نکلا کہا بے شک اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے جس نے اس نہر کا پانی پیا تو وہ میرا نہیں ہے اور جس نے اسے نہ چکھا تو وہ بے شک میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے (تو اسے معاف ہے) پھر ان میں سے سوائے چند آدمیوں کے سب نے اس کا پانی پی لیا پھر جب طالوت اور ایمان والے اس کے ساتھ پار ہوئے تو کہنے لگے آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں جن لوگوں کو خیال تھا کہ انہیں اللہ سے ملنا ہے وہ کہنے لگے بارہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے غالب ہوئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (249) اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے ہوئے تو کہا اے رب ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور اس کافر قوم پر ہماری مدد کر (250) پھر اللہ کے حکم سے مومنوں نے جالوت کے لشکروں کو شکست دی اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا اور اللہ نے سلطنت اور حکمت داؤد کو دی اور جو چاہا اسے سکھایا اور اگر اللہ کا بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع کرا دینا نہ ہوتا تو زمین فساد سے پُر ہو جاتی لیکن اللہ جہان والوں پر بہت مہربان ہے (251)"

ان آیات کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مندرجہ ذیل باتیں بیان فرمائی ہیں:

1. موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے پاس جب اس بات پر قطعی دلیل آگئی کہ طالوت ہی ان کا بادشاہ ہے، وہ قطعی دلیل ان کے پاس تابوت (صندوق) کا آنا تھا، تو انہوں نے ان کی تصدیق کی اور طالوت کے ساتھ اپنے دشمن کے مقابلے کے لئے چل پڑے۔

پھر طالوت نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایک نہر سے ان کو آزمائش میں ڈالنے والا ہے۔ یہ آزمائش دشمن کا سامنا کرنے میں ان کے اخلاص سچائی کو جانچنے کے لئے ایک امتحان ہے اور یہ آزمائش اس طرح ہے کہ وہ ندی سے پانی نہ پئیں، اس معنی میں کہ وہ ندی کے پانی پر منہ لگا کر پانی نہ پئیں اور انہیں بتادیا کہ جو شخص منہ لگا کر نہر سے پانی پی لے گا، وہ میرے پیروکاروں اور ساتھیوں میں سے نہیں ہے اور جو شخص نہ پیئے یا منہ لگائے بغیر چلو بھر کر پی لے، وہ اس کے پیروکاروں میں سے ہے۔

اس امتحان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے چند ایک کو چھوڑ کر سب نے منہ لگا کر اس نہر کا پانی پیا، پھر طالوت ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، ساتھ لے کر دشمن کا سامنا کرنے کے لیے چل پڑے۔ جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے دشمن کو دیکھ لیا تو ان میں سے ایک جماعت یہ کہنے لگی کہ ہم میں جالوت اور اس کے سپاہیوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے، لیکن ایک گروہ جن کا اللہ پر مضبوط ایمان تھا، اور جن کی نظر دنیا کے مقابلے میں آخرت پر زیادہ ہوتی تھی، وہ سب سے مضبوط ایمان والا فریق تھا جس نے اللہ کی اطاعت اور نیک نیتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسری جماعت کو پیچھے چھوڑ دیا تھا، وہ اوّل الذکر گروہ کو حوصلہ دلاتے ہوئے کہنے لگے کہ تعداد کے زیادہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ اعتبار اللہ کی مدد کا ہے اور فتح صبر سے ملتی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وہ یہ دعا کرتے ہوئے طالوت کے ساتھ آگے بڑھے کہ: ﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ **"اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور اس کافر قوم پر ہماری مدد کر"۔**

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کرلی اور دشمن پر انہیں قوت عطا کر دی، چنانچہ انھوں نے اللہ کے اذن سے ان کو شکست دی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ پر یہ نعمت کی کہ انھیں بادشاہی اور نبوت سے سرفراز فرمایا اور اس کے علاوہ بھی انھیں وہ علوم سکھلائے جن سے وہ دنیا میں فائدہ اٹھائیں، مثلاً اسلحہ بنانا اور ان کے ہاتھ میں لوہے کا نرم ہونا اور وہ سب جو اللہ کے راستے میں جہاد میں کام آسکے۔

پھر اللہ سبحانہ ان آیات کریمہ کے آخر میں بیان فرماتے ہیں کہ اگر جہاد نہ ہوتا تو زمین میں بگاڑ اور فساد ہو جاتا لیکن اللہ سبحانہ وتعالی نے دنیاوالوں پر یہ فضل فرمایا کہ ان کی طرف رسولوں کو مبعوث فرمایا، وہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے تھے اور مؤمنوں کو ساتھ لے کر دشمنانِ خدا کے ساتھ لڑتے تھے تاکہ مفسدین کے فساد اور ظالموں کے ظلم کے آگے بند باندھ دیں۔

﴿فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ﴾ " **پھر جب طالوت فوجیں لے کر نکلا**"، یعنی ان کے ساتھ روانہ ہو کر اس شہر کو چھوڑا جس میں وہ تھے اور اپنے دشمن سے لڑنے چلے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ﴾ " **بے شک اللہ ایک نہر سے تمھاری آزمائش کرنے والا ہے**" یعنی اس نہر پر گذرتے وقت امتحان لینے والا ہے۔

﴿فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ﴾ "**جو اس نہر سے پانی پی لے**"، بایں معنی کہ نہر پر منہ لگا کر پی لے، کیونکہ نہر سے حقیقت میں پانی پینے کے یہی معنی ہیں، کسی برتن وغیرہ یا چلو بھر کر پینا در حقیقت نہر سے پانی پینا نہیں۔

﴿فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ " **وہ بے شک مجھ میں سے ہے**" یعنی میرے پیروکاروں میں سے۔

﴿وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ "**اور جو کوئی اس کو نہ چکھے، وہ مجھ میں سے ہے**" یعنی جو اس کو نہ چکھے، یطعم بمعنی چکھنے کے ہے، خواہ وہ کھانے کی چیز ہو یا مشروب، اس کو ازہری نے نقل کیا ہے، اس میں مفہوم

موافقت ہے، چنانچہ نہی (ممانعت) پانی کو کراع کے انداز سے چکھنے سے تھی، یعنی پانی کے چکھ لینے سے زیادہ کام کرنے سے نہی میں سختی ہے اور وہ زیادہ کام منہ لگا کر پی لینا ہے۔

﴿إِلَّا مَنْ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ﴾ **"مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے"** یعنی وہ ہاتھ سے پانی لے کر پی لے، یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ نہی منہ لگا کر پینے سے تھی، جبکہ استثناء ہاتھ سے پانی لے کر پی لینے کی جا رہی ہے، ہاتھ سے پانی لے کر پینا کراع یعنی منہ لگا کر پینا نہیں، اس لیے یہ استثناء منقطع ہے اور یہاں (إلاّ) بمعنی لکن کے ہے، یعنی (لیکن جو ہاتھ سے چلو بھر کر پی لے) تو وہ مجھ سے ہے۔

اہلِ مدینہ اور بصرہ میں سے عام قاریوں (ابو عمرو، ابن کثیر اور نافع) نے غین کے زبر (غَرفۃً) پڑھا ہے، جس کے معنی ایک گھونٹ پینے کے ہیں، عرب کہتے ہیں: اغترفت غرفة (میں نے ایک گھونٹ پی لیا) تو غرفه بعینہٖ اغتراف کا فعل کرنا ہے۔

ان کے علاوہ دیگر قُرّاء نے اس کو ضمہ (پیش) کے ساتھ پڑھا ہے، اس کے معنی وہ پانی ہے جو چلو بھرنے والے کے ہتھیلی میں آ جاتا ہے، اس لحاظ سے غرفه اسم ہے اور غرفه مصدر ہے اور غَرفه غین کے زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو بمعنی ایک مرتبہ پینے کے ہے اور غُرفه غین کے پیش کے ساتھ ہو تو اس کے معنی وہ پانی جو ہاتھ میں ہو، وہ ایک ہی بار کا ہو یا کئی بار کا ہو، اور چونکہ یہ دونوں قرائتیں متواتر ہیں اور معنی بھی ایک ہے، لہٰذا دونوں قرائتوں کے درمیان قطعی مشترک معنی ہیں: وہ پانی جو ایک مرتبہ پیا جائے۔

جہاں تک غرفة کے بعد ﴿بِيَدِهِ﴾ **"ہاتھ سے"** کا تعلق ہے تو یہ اس کے لیے قید ہے، کیونکہ غرفه نکرہ ہے اور مثبت کلام میں واقع ہوا ہے، لہٰذا یہ مطلق ہے، اب آگے (بیدہ) اس کو مقید بناتا ہے، چنانچہ استثناء کا تعلق اس کے ساتھ ہو گا جو ہاتھ سے پیئے اور ایک مرتبہ پیئے، یعنی طالوت کے پیروکاروں میں سے وہی بنے گا جو نہر پر لیٹ کر منہ

سے پانی نہیں پیئے گا اور نہر کو پار کرتا ہوا آگے بڑھے گا، یا ایسا شخص جو لیٹ کر تو نہ پیئے مگر وہ ہاتھ سے چلو بھر کر نہر سے صرف ایک مرتبہ پی کر نہر عبور کرلے۔

﴿الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ﴾ " جن لوگوں کو خیال تھا کہ انہیں اللہ سے ملنا ہے " یعنی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا یقین رکھنے والے لوگ، جن کا ایمان مضبوط ہے اور جو دنیا کے مقابلے میں آخرت کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں اور یہ کہ ان کی رب سے ملاقات نے ان کی عقلوں، کانوں اور آنکھوں کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے۔

لہذا یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے یعنی وہ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین رکھتے ہیں، اس کا قرینہ ان کا یہ قول ہے: **﴿كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ "بار ہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے غالب ہوئی ہے"** جس کا مطلب ہے کہ ان کو اللہ کی ملاقات میں کوئی شک نہیں تھا، یہ اس کا قرینہ ہے کہ یہاں ظن بمعنی یقین کے ہے۔

﴿جَالُوتَ﴾ یہ عجمی زبان کا لفظ ہے جس کو عربی میں منتقل کیا گیا ہے، جیسا کہ ہم نے طالوت کے بارے میں کہا۔

﴿الحِكمَةُ﴾ "حکمت"، اس سے مراد نبوت ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو حکمرانی اور نبوت دی اور اس زمانے میں حکمرانی نبوت سے الگ ہوتی تھی جیسا کہ ہم نے گزشتہ آیات کریمہ کی تفسیر میں ذکر کیا تھا، جہاں انھوں نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ بھیج دیجیے۔

﴿وَ لَولَادَفعُ اللهِ النَّاسَ بَعضَهُم بِبَعضٍ﴾ "اور اگر اللہ کا بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع کرادینا نہ ہوتا" یعنی اگر شریر اور مفسد انسانوں کا قلع قمع کرنے کے لیے اللہ کے راستے میں قتال فرض نہ ہوتا۔

فہرست

ایمان کے سامنے خوف اور طاقت کے ہتھیار ناکام ہو جاتے ہیں

مصعب عمیر، پاکستان

کفار یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف جمع ہو جائیں، جیسے وہ شام میں ہوئے ہیں، تو وہ مسلمانوں پر غالب آسکتے ہیں اور انہیں اسلام سے دستبردار ہونے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ مسلم دنیا میں مغرب کے ایجنٹ خوف پھیلاتے ہیں اور افواج میں اس بات کو عام کرتے ہیں کہ خلافت کو پوری دنیا کی دشمنی اور جارحیت کا سامنا کرنا پڑے گا تاکہ افواج کو خلافت کے قیام کے لئے نُصرۃ دینے سے روکا جائے۔ لیکن دشمنوں کا مسلمانوں کے خلاف اکٹھا ہو جانا انہیں خوفزدہ نہیں کرتا بلکہ ان کے دلوں میں ایمان کو مزید پختہ کر دیتا ہے کہ ان کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ **"(جب) ان سے لوگوں (منافقین) نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکرِ کثیر) جمع کر لیا ہے تو ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور بہت اچھا کارساز ہے"** (آل عمران:173)۔

مسلم افواج نے تاریخ میں ہمیشہ اپنے سے کئی گنا بڑی افواج کا میدان جنگ میں سامنا کیا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شہادت اور کامیابی کا وعدہ ہی ان میں اس کی ہمت پیدا کرتا تھا، ﴿قُلْ هَلْ تَتَرَبَّصُونَ بِنَا إِلاَّ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ﴾ **"کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ (یا تو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے) تو تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں"** (التوبۃ:52)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے یہ وضاحت فرمائی کہ پوری دنیا کی دولت بھی اس شخص کے لیے کچھ حیثیت نہیں رکھتی جو شہادت کا مزہ چکھ لیتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایمان والوں کو کفار کے خلاف لڑنے پر ابھارا اور اس بات پر زور دیا کہ، ﴿أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ

أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنتُم مُؤْمِنِينَ﴾ "کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ ہے بشرطیکہ تم ایمان رکھتے ہو" (التوبۃ:13)۔ آپ ﷺ نے فرمایا، **«مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ، يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ، إِلاَّ الشَّهِيدُ، يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ، لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ» "جنت میں داخل ہو جانے والا کوئی بھی شخص واپس دنیا میں جانے کی خواہش نہیں رکھے گا چاہے اسے پوری دنیا کی دولت ہی کیوں نہ دے دی جائے، ماسوائے مجاہد کے جو چاہے گا کہ وہ واپس دنیا میں جائے اور دس بار شہید کیا جائے اور (اللہ کی جانب سے) عزت پائے"** (بخاری)۔

طاقت اور خوف مسلمانوں کی آوازوں کو خاموش نہیں کر سکتے کیونکہ اسلام یہ یقین کامل پیدا کرتا ہے کہ زندگی، رزق اور دولت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور ان میں سے کسی بھی چیز کا نقصان اللہ سبحانہ و تعالیٰ، الرزاق، الحیی کی مرضی کے بغیر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا حکومتوں کے غنڈوں کی اسلام کے داعیوں کو دھمکیاں کہ ان کا رزق روک دیا جائے گا، انہیں قید کر دیا جائے گا یا یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیا جائے گا، کارگر ثابت نہیں ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ رَهْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا رَآهُ أَوْ شَهِدَهُ فَإِنَّهُ لَا يُقَرِّبُ مِنْ أَجَلٍ وَلَا يُبَاعِدُ مِنْ رِزْقٍ» "لوگوں کا خوف تمہیں حق بات کہنے سے نہ روکے، جب تم اس صورتحال کو دیکھو یا اس کا مشاہدہ کرو کیونکہ حق بات کہنا نہ تو موت کو قریب کرتا ہے اور نہ ہی رزق کو دور کرتا ہے"** (احمد)۔

طاقت کے سامنے ایسے بے خوف طرز عمل کے متعلق اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے پچھلے پیغمبروں کی مثالیں دی ہیں جب انہوں نے اپنے وقت کے جابروں کا سامنا کیا تھا۔ اور جہاں تک آپ ﷺ کا تعلق ہے تو آپ کو پتھر مار مار کر زخمی کیا گیا، گلا گھونٹا گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ حق کے راستے پر چلتے رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنھم نے بھی بہادری کے ساتھ یزید کے سامنے کھڑے ہوئے جب اس نے اسلام کی خلاف ورزی کی۔ یزید شرعی بیعت کے ذریعے حکمران نہیں بنا تھا جہاں عوام بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنا حکمران چنتے ہیں، لہٰذا صحابہ بغیر کسی خوف کے اس کے خلاف

حرکت میں آئے جس نے اختیار کو غلط استعمال کیا تھا کیونکہ حکمران کو چننے کا اختیار امت کا ہے جو اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنھم کے صحیح اور بہادرانہ عمل دیکھ کر لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، مشکلات کا سامنا کیا، قربانیاں دیں اور ایسی شہادت کو گلے لگایا کہ جس کی تعریف ہر دور میں کی گئی۔ تو کیا ایک ایسے وقت میں ہم خاموش ہو جائیں جب موجودہ حکمرانوں نے صرف اختیار کو ہی غلط استعمال نہیں کیا بلکہ وہ تو کفر کی بنیاد پر حکمرانی کرتے ہیں، ہمارے دشمنوں سے تعاون کرتے ہیں اور اسلام کے داعیوں کے خلاف برسرپیکار ہیں؟

خلافت کے داعی طاقت اور خوف کے سامنے نہیں جھکتے کیونکہ وہ اُن میں سے ہیں جو بزدلی سے اور فانی انسان کے ڈر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ» "اے اللہ! میں پریشانی اور دکھ سے، صلاحیت کی محرومی اور کاہلی سے، بزدلی اور کنجوسی سے اور بھاری قرضے سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے کہ کوئی شخص مجھ پر حاوی ہو جائے"** (بخاری)۔ وہ نہیں جھکتے کیونکہ وہ ایسی مرد وخواتین ہیں جو اس قابل ہیں کہ کسی مقصد کے تحت اپنے اعمال کا تعین کریں اور خوف انہیں متزلزل نہ کرے۔ وہ اس بات سے پوری طرح واقف ہیں کہ خوف ذہن پر حاوی ہو جاتا ہے عقلی صلاحیتوں کو مفلوج کر دیتا ہے جیسا کہ ایک عربی کہاوت ہے کہ، الذي تلدغه الأفعى يخشى من الحبل "جو سانپ سے ڈسا جائے وہ رسی سے بھی خوف کھاتا ہے"۔ لہٰذا وہ خوف کو خود پر حاوی نہیں ہونے دیتے کہ کہیں احتیاط کرنا بے عملی کے لئے ایک بہانہ نہ بن جائے۔ وہ جانتے ہیں کہ محتاط ہونے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ غیر ضروری نقصان سے بچا جائے لیکن اس کا مقصد یہ قطعی نہیں ہوتا کہ انسان عمل سے ہی رک جائے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی بھی محتاط ہونے کی وجہ سے اپنی دعوت سے پیچھے نہیں ہٹے اور نہ ہی انہوں نے دعوت کی شدت کو کم کیا، اس بات کے باوجود کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف پوری طاقت استعمال کی۔ محتاط طرز عمل صرف وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں اس کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کا عملی مظاہرہ مدینہ ہجرت کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے منصوبے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے انصارِ مدینہ کی جانب سے بیعت عقبہ ثانی کو خفیہ رکھنے کے لئے احتیاط اور خفیہ طرز عمل

کو اختیار کیا تھا جس کے نتیجے میں اسلام کے نفاذ کے لئے نُصرۃ (مادی مدد) ملی جبکہ یہ معاملہ قریش کی نظروں سے اوجھل رہا۔ نُصرۃ مل جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی جانب ہجرت کی تو انہوں نے احتیاط کا دامن تھامے رکھا تا کہ ان کی نقل و حرکت سے قریش بے خبر رہیں یہاں تک کہ اپنے بستر پر کسی اور کو سُلایا، سفر کے دوران سمت تبدیل کرتے رہے اور سفر کی نشانیوں کو مٹاتے رہے۔ لہٰذا آج حامل دعوت پر، جو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لئے کام کر رہا ہے، لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مکمل پیروی کرے اور احتیاط کے دامن کو تھامتے ہوئے عقلمندی اور پوری استقامت کے ساتھ آگے بڑھے نا کہ اسے وجہ بنا کر پیچھے ہٹ جائے۔

یہ طاقت و خوف کے سامنے بہادرانہ طرز عمل ہی ہے جس نے مسلمانوں کے موجودہ حکمرانوں کو مایوس کر دیا ہے۔ اس طرز عمل نے ان پر واضح کر دیا ہے کہ ان کی شکست یقینی ہے۔ وہ اس بات سے پہلے سے کہیں زیادہ آگاہ ہیں کہ ان کے پاس حق کی ایک بات بھی نہیں کہ جس کے ذریعے وہ حق کی پکار کو شکست دے سکیں۔ وہ اس بات سے مایوس ہیں کہ ان کے پاس کوئی ایسا وعدہ اور اجر نہیں کہ جس کے ذریعے وہ اپنے غنڈوں کی حوصلہ افزائی کر سکیں جو پہلے ہی اپنے وسائل سے بڑھ کر، حواس باختہ ہو کر پوری امت پر پولیس کا پہرا بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ بھی ایک ایسے وقت کہ جب مسلمان ہر جگہ بیدار ہو رہے ہیں۔ پچھلے تمام جابروں نے بھی طاقت اور خوف کے ہی ہتھیار استعمال کیے مگر جب ان کا سامنا ان لوگوں سے ہوا جو ظلم کے سامنے جھکتے نہیں تھے تو انہیں یہ احساس ہو گیا کہ ان کا اپنا انجام اب قریب ہے۔ داعی کو بہادری اور بے خوفی سے پہلے کی طرح آگے بڑھتے رہنا چاہیے بلکہ اپنے عمل میں مزید تیزی لانی چاہیے کہ غنڈوں کو یہ سمجھ آجائے جیسا کہ اس سے قبل قریش کو آگئی تھی کہ ان کی کوشش بے کار ہے۔

اے مسلمانو! یقین رکھو کہ جو خوف کے ہتھیار کو استعمال کرتے ہیں ناکام رہیں گے کیونکہ ان کا سامنا ایک ایسی امت سے ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس وعدے پر ایمان رکھتی ہے کہ خوف کے بعد امن و تحفظ ہے اگر وہ ایمان رکھیں اور نیک اعمال کرتے رہیں، ارشاد فرمایا: ﴿**وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي**

ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ "اللہ ان لوگوں سے وعدہ فرماچکے ہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے کہ انہیں زمین میں ویسے ہی حکمران بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے والوں کو بنایا تھا اور ان کے اس دین کو محکم طریقے سے جما دے گا جسے وہ ان کے لیے پسند کرچکا ہے اور خوف کے بعد انہیں امن بخشے گا"(النور:55)۔ ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا کہ،هذا وعد من الله لرسوله صلى الله عليه وسلم. بأنه سيجعل أمته خلفاء الأرض، أي: أئمة الناس والولاة عليهم، وبهم تصلح البلاد، وتخضع لهم العباد، وليبدلن بعد خوفهم من الناس أمنا وحكما فيهم وقد فعل تبارك وتعالى ذلك "یہ وعدہ ہے اللہ کی جانب سے، جو سب سے بلند ہے، اپنے نبی ﷺ سے کہ وہ ان کی امت کو زمین پر خلیفہ بنائے گا۔ یعنی وہ انسانیت کے رہنما ہونگے اور ان پر حکمرانی کریں گے اور اس طرح قوموں کی اصلاح ہو گی اور ان کے سامنے انسانیت اطاعت اختیار کرے گی۔ اور اللہ ان کے خوف کو، جس میں وہ رہ رہے ہیں، امن اور بالا دستی سے بدل دے گا"۔

اے مسلمانو! یقین رکھو کہ جو طاقت کے ہتھیار کو استعمال کرتے ہیں ناکام رہتے ہیں کیونکہ ان کا سامنا ایک ایسی امت سے ہے جو رسول اللہ کی اس بشارت کو حاصل کرنے کے لئے بھرپور جدوجہد کر رہی ہے، جنہوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ ظلم کی حکمرانی کے خاتمے کے بعد نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہو گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ» "پھر ظلم کی حکمرانی ہو گی۔ اور اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر جب اللہ چاہیں گے اسے ختم کر دیں گے۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہو گی۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے"** (احمد)۔

اے مسلمانو! یقین رکھو اور اپنے عمل میں تیزی لاؤ تاکہ تمہارے اور کامیابی کے درمیان جو تھوڑا فاصلہ رہ گیا ہے اسے جلد عبور کر لیا جائے۔

فہرست

عمران خان، پی ٹی آئی، سائفر اور غیر انقلابی انقلاب پسندی (Non radical radicalism) کا مسئلہ

انجینئر معیز، پاکستان

امریکی خبر رساں ادارے، "دی انٹر سیپٹ" (The Intercept) کی جانب سے خفیہ دستاویز 'سائفر' کا متن جاری کرنے سے ایک بار پھر پاکستان کے معاملات میں امریکی مداخلت کے بارے میں بحث چھِڑ گئی ہے؛ یاد رہے کہ سائفر وہ خفیہ دستاویز ہے جس کی بنیاد پر سابق وزیر اعظم عمران خان نے دعویٰ کر دیا تھا کہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کی حکومت کو امریکہ نے برطرف کیا تھا۔

اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ معیشت میں ناقص کارکردگی کی وجہ سے، مختلف سروے کے نتائج میں عمران خان کی مقبولیت کم ہونے سے یہ تاثر بڑھتا جا رہا تھا کہ عمران خان کا دور اور اندازِ حکمرانی، پاکستان کی روایتی سیاسی جماعتوں سے چنداں مختلف نہیں ہے، اور یوں ستمبر 2021 میں عمران خان نے دیکھا کہ وہ مشکل صورتِ حال میں پھنس گئے ہیں۔ پھر ملٹری اسٹیبلشمنٹ نے انہیں اقتدار سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ اسٹیبلشمنٹ نے پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ (PDM) کو عمران خان کی حکومت گرانے کے لئے سیاسی اقدامات شروع کرنے کا گرین سگنل دے دیا۔

اپنی ناقص حکومتی کارکردگی اور گِرتی ہوئی عوامی مقبولیت سے پریشان ہو کر عمران خان نے اپنی کامیاب ترین نئی پروپیگنڈا مہم کا آغاز کیا۔ عمران خان نے پاکستان میں امریکہ مخالف جذبات بھڑکانے کا فیصلہ کیا۔ خان نے الزام عائد کیا کہ ان کی حکومت کی برطرفی خراب کارکردگی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس وجہ سے تھی کہ اس نے روس اور یوکرین کے تنازعہ پر سپر پاور امریکہ سے ڈکٹیشن لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اب عمران خان کے حامی یہ دلیل دے

رہے ہیں کہ سائفر دستاویز کا متن پی ٹی آئی سربراہ کے اس مؤقف کو درست ثابت کرتا ہے، جس کا حوالہ وزیرِاعظم عمران خان نے اپنی حکومت کے خلاف امریکی دشمنی کے ثبوت کے طور پر دیا تھا۔

2011 میں مینارِ پاکستان لاہور پر ہونے والے مشہور سیاسی جلسہ کے بعد سے، پاکستان کی سیاست میں پی ٹی آئی اور عمران خان کے عروج نے پاکستان کے سیاسی نظام کو ہلا کر رکھ دیا۔ پاکستان کی روایتی حکمران اشرافیہ اور اربابِ دانش اُن مروجہ سیاسی روایات اور قوانین کو یکسر نظر انداز ہوتا دیکھ کر شدید حیران و پریشان ہو گئے جو اس حکمران اشرافیہ نے آپس میں طے کر رکھے تھے، جس کی وجہ عمران خان کی اشتعال انگیز سیاست تھی۔ اُس وقت کی ملٹری اسٹیبلشمنٹ کی ملی بھگت سے عمران خان نے دہائیوں سے موجود سیاسی جماعتوں اور حکمران اشرافیہ کے متفقہ طرزِ حکمرانی کے خلاف ایک انقلابی بیانیہ مرتب کر لیا۔

عمران خان نے عوام کے اندر گہرے غم و غصہ اور مایوسی کو بھانپ لیا تھا جو کہ جمہوری نظام کی ناکامیوں سے تنگ آچکے تھے۔ عوام اس موجودہ نظامِ حکمرانی اور سیاسی قیادت کا متبادل چاہتے تھے۔ پرانی سیاسی جماعتوں اور ان کی روایتی قیادت پر انتہائی جارحانہ وار کر کے عمران خان کے انقلابی بیانیے نے روایتی سیاست کے قانونی جواز مجروح کرنے کی کوشش کی۔

تاہم، اس بیانیہ نے نادانستہ طور پر خود پاکستانی ریاست کے بہت سے اداروں کے قانونی جواز پر سوالیہ نشان کھڑا کر دیا۔ عمران خان نے عدلیہ پر وار کیا جس پر انہوں نے الزام عائد کیا کہ یہ شریف خاندان کے وفاداروں سے بھری ہوئی ہے۔ خان نے الیکشن کمیشن پر حملہ کیا اور اس پر سیاسی طرفداری کا الزام لگایا۔ عمران خان نے ملٹری اسٹیبلشمنٹ سے بھی ٹکراؤ کی راہ اختیار کی جہاں انہوں نے اپنی پارٹی کے ساتھ سیاسی عداوت رکھنے والے فوجی جرنیلوں پر نام لے کر تنقید کی۔ اس کے بعد عمران خان نے بیوروکریسی پر تنقید کی اور کہا کہ وہ ان کی حکومت کی راہ میں روڑے اٹکا رہی ہے۔ پس اس طرح، عمران خان کی شعلہ بیاں سیاست کی جارحانہ بیان بازی سے کوئی بھی محفوظ نہ رہ سکا۔

اگرچہ عمران خان کا سیاسی بیانیہ اتنا انقلابی بہرحال تھا کہ اس نے پاکستانی ریاست اور روایتی سیاسی جماعتوں کے لئے قانونی جواز کا بحران پیدا کر دیا لیکن خان نے اپنے اشتعال انگیز بیانیہ کو محض طاقت و اقتدار کے حصول کے لیے استعمال کیا۔ یہ امر عمران خان کی حمایت کی نوعیت سے واضح ہے، جو کہ ان کی سیاسی پارٹی یا نظریاتی پلیٹ فارم کی بنا پر نہیں بلکہ فقط ان کی شخصیت کے گرد گھومتی کرتی ہے۔ اس بیانیہ کے مطابق، عمران خان ہی وہ سیاست، پالیسی، نظریہ اور حکمران ہے جس کی پاکستان کو ضرورت ہے۔ عمران خان کی یہ شخصی اور اپنی ذات کے گرد گھومتی ہوئی سیاست اس وقت صاف دکھائی دی جب پی ٹی آئی نے یہ بیانیہ تشکیل دے دیا کہ **"عمران خان ہماری ریڈ لائن ہے"**، ایسا اس وقت کیا گیا جب یہ واضح ہو گیا تھا کہ ملٹری اسٹیبلشمنٹ انہیں گرفتار کرنے، الیکشن میں حصہ لینے سے روکنے اور دوبارہ اقتدار میں آنے سے روکنے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔

پی ٹی آئی اور عمران خان کا ابھرنا اور پھر زوال پزیر ہونا، غیر انقلابی انقلاب پسندی (Non-radical radicalism) کے مسئلہ کی وجہ سے ہے۔ عمران خان اُس انقلابی ولولہ کی موج پر سوار رہے جو مسلم دنیا میں شدت کے ساتھ موج زن ہے۔ یہ انقلابی دھارے اپنے غیض و غضب کو مسلمان حکمرانوں اور حکومتی ڈھانچے پر مرکوز کیے ہوئے ہیں، کہ جس نے امت کو مصائب اور ذلت کی دلدل میں دھنسا دیا ہے۔ یہ کوئی اتفاق نہیں کہ عمران خان کے عروج کا وقت مشرقِ وسطیٰ کی 'عرب بہار' کے ساتھ ہم آہنگ تھا جس نے مسلم دنیا کے سیاسی ڈھانچہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس 'عرب بہار' نے بہت سی مصنوعی ریاستوں کو متزلزل کر دیا جو خلافتِ عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد یورپی استعمار نے قائم کیں تھیں۔ عمران خان نے اس انقلابی جوش و ولولہ کو جو کہ عوام کے اندر اُبل رہا تھا، اپنے ذاتی مفادات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا۔ تاہم، اُس نے اِس جوش و ولولہ کو پاکستان میں نافذ سیاسی ڈھانچے اور حکمرانی کے نظام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنے سے اجتناب کیا، جو کہ حقیقت میں پاکستان کے مسلمانوں کی مشکلات کی اصل وجہ ہے۔

دنیا بھر کے دیگر پاپولسٹ لیڈروں کی طرح، عمران خان نے بھی پاکستان میں بڑے پیمانے پر پائے جانے والے امریکہ مخالف جذبات سے فائدہ اٹھانے کے لئے 'عزت و وقار کی بحالی کی سیاست 'politics of dignity' کو کامیابی

سے استعمال کیا۔اس نے اپنی تصویر کشی ایک ایسے امریکہ مخالف سیاستدان کے طور پر کی جو امریکی غرور و گھمنڈ سے اتنا ہی متنفر ہے جتنا کہ گلی کوچے کا ایک عام مسلمان۔ تاہم، عزت و وقار کی یہ سیاست امریکہ مخالفت پسندی anti-americanism کی ایک بے ضرر قسم ہے۔پاپولزم کی اس مخصوص قسم کا بے ضرر امریکہ مخالف بیانیہ دنیا پر امریکی بالادستی کو چیلنج کرنے کی قطعاً کوشش نہیں کرتا۔ پاپولزم کی یہ قسم لبرل ورلڈ آرڈر کو بھی چیلنج نہیں کرتی، اور اس کا مقصد دنیا میں یا حتیٰ کہ مسلم دنیا یا پاکستان میں اہم و بنیادی امریکی مفادات کو زَک پہنچانا نہیں ہے۔ یہ پاکستان اور امریکہ کے مابین ماتحتی و تابعداری کے تعلق کو توڑنے کی کوشش بھی نہیں کرتی۔ حتیٰ کہ پاپولزم کی یہ قسم خطے کے لئے اُس امریکی ویژن کو بھی چیلنج نہیں کرپاتی جہاں امریکہ بھارت کو چین ہم پلہ حریف کے طور پر تیار کر رہا ہے جبکہ پاکستان کی طاقت کو افغانستان میں طالبان کو سنبھالنے کے لئے استعمال کر رہا ہے۔

پس عمران خان کا امریکہ مخالف بیانیہ غیر انقلابی non-radical ہے اگرچہ یہ بیانیہ عوام میں ایک انقلابی رائے عامہ بھڑکانے کی کوشش کرتا ہے۔پاکستان کی سیاسی اور فوجی اشرافیہ کی یہ 'غیر انقلابی انقلاب پسندی' مسلم دنیا کو طاقتور انداز میں مکمل طور پر تبدیل کر دینے کی راہ میں رکاوٹ بن چکی ہے۔ حقیقی انقلابی تبدیلی ایک نئی ویژن، نئے نظریہ اور نئی سیاست پر مبنی ہے۔ یہ حقیقی انقلابی تبدیلی مسلم دنیا میں موجودہ حکومتی ڈھانچے کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا اور اس کو اسلام کے نظامِ حکمرانی سے تبدیل کرنا چاہتی ہے۔

ذرا سائفر کے معاملے پر ہی غور کریں! عمران خان نے اگرچہ اسے امریکہ مخالف رائے عامہ کو بھڑکانے کے لئے ایک چابک کی طرح استعمال کیا ہے لیکن اس خط کا متن یہ دکھاتا ہے کہ پاکستانی سفیر امریکی معاون وزیرِ خارجہ برائے جنوبی و وسطی ایشیاء، ڈونلڈ لُو کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ موقف پیش کر رہے ہیں کہ پاکستان نے روس یوکرین جنگ کے حوالے سے امریکی مفادات کو چیلنج نہیں کیا۔سائفر میں پاکستانی سفیر اور ڈونلڈ لُو کے مابین اس بات پر واضح اتفاق نظر آتا ہے کہ عمران خان کا یہ عوامی رُوپ کہ وہ روس یوکرین تنازعہ پر مغرب کی طرفداری سے انکاری ہے، محض پاکستان کی اندرونِ خانہ سیاست کی خاطر تھا۔

امریکہ میں پاکستان کے سفیر، اسد مجید خان نے کہا: "سیاسی جلسہ کے دوران وزیرِ اعظم کا بیان، اسلام آباد میں یورپی سفیروں کی جانب سے سفارتی آداب اور پروٹوکول کے منافی لکھے گئے کھلے خط کے رد عمل میں تھا۔ کوئی بھی سیاسی رہنما، خواہ وہ پاکستان میں ہو یا امریکہ میں، اس طرح کی صورتحال میں عوامی سطح پر جواب دینے پر مجبور ہو گا"۔ سفیر نے مزید کہا کہ امریکی سیاسی قیادت غلط فہمی کا شکار ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ اس کی وجہ امریکی اور پاکستانی سیاسی رہنماؤں کے مابین اعلیٰ سطحی سفارتی اور سیاسی روابط کا فقدان ہے۔ سفیر نے مزید رائے دیتے ہوئے کہا کہ اگر امریکہ نے اس مسئلہ کو اتنا شدت سے محسوس کیا تھا تو اسے اپنی تشویش کا اظہار پہلے ہی کر دینا چاہئے تھا نہ کہ عمران خان کے دورۂ ماسکو کے بعد۔ سفیر نے کہا کہ پاکستان، افغان پالیسی پر روس کے ساتھ تعاون کی خاطر، ماسکو کے ساتھ رابطے کے راستے کھلے رکھنا چاہتا ہے۔ اس طرح انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ پاکستان کے دورۂ ماسکو کا مقصد بھی افغانستان میں امریکی مفادات کا تحفظ ہی تھا۔ ان تمام باتوں میں سے کسی کو بھی، سائفر کی مسئلے اور پاکستان کے سیاسی معاملات میں امریکہ کی مداخلت کے معاملہ پر عمران خان کے عوامی بیانیہ میں جگہ نہ مل سکی۔

عمران خان ایک خاص قسم کے امریکہ مخالف بیانیہ کو بھڑکانا چاہتے ہیں کہ جس سے انہیں اپنے سیاسی اہداف کے حصول میں مدد ملے۔ جیسا کہ ان کے سفیر کے تفصیلی دلائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمران خان اور ان کی وہ حکومت، جس کی وہ سربراہی کر رہے تھے، امریکہ مخالف پالیسی ہر گز نہیں چاہتے تھے۔ اس کے برعکس، عمران خان نے توبارہا امریکی سیاسی قیادت کے ساتھ اعلیٰ سطحی رابطے استوار کرنا چاہے۔ ان کی حکومت نے بائیڈن انتظامیہ کے ساتھ متعدد امور پر کام کیا۔ ان امور میں بائیڈن کا افغانستان سے انخلاء اور امریکی اصرار پر بھارت کے ساتھ نارملائزیشن کے ایجنڈے کو جاری رکھنا شامل تھا۔

مزید برآں، عمران خان کی جانب سے امریکی حمایت حاصل کرنے کی سرتوڑ کوشش، کسی حقیقی امریکہ مخالف عالمی نکتۂ نظر کے تصور کو ہی ختم کر دیتی ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا ماننا ہے کہ خان کی برطرفی کے پیچھے دراصل خان کا امریکہ مخالف نقطہ نظر ہے۔ خان نے امریکی قانون سازوں کی حمایت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اس نے امریکی انتظامیہ اور امریکی کانگریس سے براہِ راست اپیل کی۔ خان کی خواہش تھی کہ امریکہ پاکستان کی حکومت اور

ملٹری اسٹیبلشمنٹ پر دباؤ ڈالے کہ وہ ان کی پارٹی کو ختم کرنے اور اس کے خلاف ظلم و جبر کی مہم چلانے سے باز رہے۔ لٰہذا عمران خان جب اقتدار سے باہر ہوئے تو وہ اپنے اس مشکل دور میں پاکستانی معاملات میں امریکی مداخلت کو دعوت دیتے رہے۔

یہ دلیل قائم کی جا سکتی ہے کہ یہ غیر انقلابی انقلاب پسندی نہیں ہے۔ یہ ایک خالص دوُرخی سیاست (Machiavellian politics) ہے جس میں ایک اقتدار کا بھوکا سیاستدان امریکہ مخالف بیانیہ کو اپنے ذاتی مفادات کے لئے استعمال کرتا ہے۔ بالفاظِ دیگر، یہ کسی سیاستدان کی منافقت کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ اور عمران خان کے معاملے میں یہ بات بالکل صادق آتی ہے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے عوام اور اشرافیہ حقیقی معنوں میں امریکہ کے گھمنڈ اور تکبر سے نالاں ہیں۔ اور وہ امریکی پالیسی اور امریکی ورلڈ آرڈر کی زد میں آنے کی ذلت کو ختم کرنا چاہتے ہیں جو مستقل طور پر امریکی مفادات کے تحفظ کے لئے پاکستان کا بازو مروڑتے رہے ہیں، اور پاکستان کے عوام اس کی خاطر اپنے مفاد کی قربانی دیتے رہے ہیں۔ پاکستان کی بازو مڑوڑنے کے حربوں میں دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ اور پاکستان پر ایف اے ٹی ایف FATF کا دباؤ شامل ہے تاکہ وہ بھارتی مفادات کے تحفظ کے لئے قانونی اور مالیاتی اصلاحات متعارف کرائے۔ اس میں آئی ایم ایف کی طرف سے پاکستان کو مجبور کرنا بھی شامل ہے اور پاکستان کے وزیرِ خزانہ کے الفاظ کے مطابق، آئی ایم ایف کی جانب سے سخت ترین شرائط پر قرض پروگرام کے ذریعے پاکستان کو ناک سے لکیریں نکالنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ ان حربوں میں یہ بھی شامل ہے کہ حرماتِ اسلام پر حملے کے معاملہ میں پاکستانی ریاست کو مجبور کیا گیا کہ وہ معاشی فوائد یا یورپی ریاستوں کے خلاف دشمنی میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے۔

تاہم، پاکستان اور مسلم دنیا کی سیاسی اور فوجی قیادت مغرب اور خاص طور پر امریکہ کے خلاف پائے جانے والے حقیقی غم و غصے کو ایک انقلابی اور جامع مغرب مخالف اور امریکہ مخالف عالمی نقطہ نظر کی شکل دینے میں ناکام رہی ہے۔ ایک ایسا عالمی نقطہ نظر جو مسلمان علاقوں اور مسلم مفادات کے خلاف مغرب کی زیادتیوں کو چیلنج کرنا چاہتا ہو۔ ایک ایسا عالمی نقطہ نظر جو مسلم دنیا کے معاملات کو اسلام کے نظریۂ حیات (آئیڈیالوجی) کے مطابق منظم کرنا چاہتا

ہو۔ ایک عالمی نقطہ نظر جو مسلم ممالک سے مغرب کی ثقافتی، سیاسی، اقتصادی اور ملٹری موجودگی کو بے دخل کرے۔ ایک نقطہ نظر جو صدیوں سے دنیا کو منور کرنے والی عظیم اور طاقتور اسلامی تہذیب کو دوبارہ زندہ کرے اور جو فکری طور پر تمام نظریات سے برتر اور اعلیٰ ہونے کی بنیاد پر، دنیا میں موجود دیگر تمام نظریات کے ساتھ براہِ راست ٹکرلے ۔

مسلم دنیا میں حقیقی طور پر امریکہ مخالف اور مغرب مخالف احساسات وجذبات ہونے کے باوجود، مسلم حکمران اور اہلِ دانش اشرافیہ نے مغرب اور باقی دنیا کے ساتھ اپنے تعلقات کے حوالے سے ایک تہذیبی اور جامع نقطہ نظر کو اپنانے سے انکار کیا ہے۔ اور اب یہی غیر انقلابی انقلاب پسندی مسلم دنیا میں انقلابی تبدیلی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ مسلم حکمران اور دانشور اشرافیہ مسلم عوام اور انٹرنیشنل آرڈر کے درمیان پھنسے ہوئے ہیں، ایک طرف مسلم عوام ہیں جو شدت سے مغرب اور امریکہ مخالف ہیں اور جو ریاست کی سطح پر اسلامی نظریہ کا نفاذ چاہتے ہیں اور دوسری طرف انٹرنیشنل آرڈر اور اس کے مطالبات ہیں جو اِن مسلم حکمرانوں اور دانشوراشرافیہ کو مجبور کئے ہوئے ہیں کہ وہ مغرب اور دوسری بڑی طاقتوں کے مفادات کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

1924 میں خلافتِ اسلامیہ کے انہدام کے بعد سے مسلم حکمران اور مسلم اشرافیہ مسلم دنیا کے لئے ایک نیا رستہ بنانے کی کوششیں کررہی ہے۔ یعنی ایک ایسا راستہ جو ریاستِ خلافت کی سیاست سے جدا اور مختلف ہے۔ خلافت مغرب اور باقی دنیا کے ساتھ اپنے تعلقات کو تہذیب کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ خلافت ان تمام طاقتوں اور نظریات کے ساتھ براہ راست محاذآرائی اور ٹکراؤ میں رہی جو اسلامی نظریہ سے متصادم تھے اور انہیں چیلنج کرتی رہی۔ خلافت کا عالمی نکتۂ نظریہ ہے کہ دنیا دارالاسلام اور دارالحرب میں تقسیم ہے۔ دارالاسلام وہ علاقے ہیں جہاں اسلام نافذ ہے، اوردار الحرب یاجنگ کی سرزمین وہ تمام علاقے ہیں جو اسلام کی حکمرانی سے محروم ہیں۔ خلافت کا عالمی نکتۂ نظریہ تھا کہ یہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ جہاد کے ذریعے اسلام کی دعوت کو پوری دنیا تک لے کر جائے۔ اس نظریہ کو مسلم اشرافیہ نے تصور کیا کہ یہ تو بہت ہی انقلابی نکتہ نظر ہے۔

اب جبکہ خلافت کے انہدام کو سو سال کا عرصہ بیت چکا ہے، تاہم اب بھی مسلم اشرافیہ اس تاریخی اور اسلام کی آئیڈیالوجی سے پھوٹنے والی فکری انقلابی ویژن کو اپنانے سے انکار کر رہی ہے۔ مسلم اشرافیہ باہمی تعاون پر مبنی درمیانی راہ کی تلاش میں ہے جہاں مسلم دنیا دوسری تہذیبوں کے ساتھ ہم آہنگی کے ساتھ اپنی تہذیبی شناخت کو برقرار رکھ سکے۔ بہر حال اس طرح کی خیالی اور ناسمجھی کی کاوشیں بری طرح ناکام ہو چکی ہیں۔ اسلامی اور مغربی تہذیبوں کے مابین سو سال کے نام نہاد مباحثے، تبادلہ خیال اور مل کر کام کرنے کا نتیجہ اسلامی علاقوں پر مغربی تہذیب کے کامل غلبے کی صورت میں نکلا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ مسلم اشرافیہ انقلابی راہ پر چلنے سے ہچکچانے کو ترک کر دے۔ اسلام دوسرے نظریات اور نکتہ ٔہائے نظر کے ساتھ ہم آہنگی اور سمجھوتہ پر یقین نہیں رکھتا۔ اسلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام انسانیت کے لئے ہدایت کے طور پر نازل کیا ہے اور یہ پوری دنیا کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی کے مطابق ڈھالنے کی جستجو کرتا ہے، جسے اللہ نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ پر پوری انسانیت کی رہنمائی کے لیے نازل کیا تھا۔

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

"(مسلمانو!) تم وہ بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو" (آل عمران؛ 3:110)

فہرست

سعد بن معاذؓ

الواعی میگزین شمارہ 258-259 سے ترجمہ

سعد بن معاذؓ قبیلہ بنی عبد الاشہل کے سردار تھے۔

بدر کے موقع پر قریش کا سامنا کرنے سے قبل جب رسول اللہ ﷺ نے انصار و مہاجرین سے مشورہ کیا تو یہ سعد بن معاذ رضي الله عنه ہی تھے کہ جن کے ہاتھ میں انصار کا جھنڈا تھا اور انہوں نے نبی ﷺ سے کہا تھا: «لقد آمنا بك وصدقناك... وشهدنا أن ما جئت به هو الحق، وأعطيناك على ذلك عهودنا ومواثيقنا على السمع والطاعة لك، فامض يا رسول الله لما أردت فنحن معك، فوالذي بعثك بالحق لو استعرضت بنا البحر فخضته لخضناه معك ما تخلف منا رجل واحد، وما نكره أن تلقى بنا عدونا غداً، إنا لَصبرٌ في الحرب، صُدقٌ عند اللقاء، لعل الله يريك منا ما تقر له عينك، فسر على بركة الله» ”یارسول اللہ ﷺ بے شک ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی اور جو کچھ آپ ﷺ لائے اس کے حق ہونے کی گواہی دی، اور اس پر ہم نے آپ ﷺ کو سمع و اطاعت (سننے اور اطاعت کرنے) کی بیعت دی۔ پس آپ ﷺ فیصلہ کریں (جس جانب آپ کا دل کرے) اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم دیں گے، تو ہم میں سے ایک بھی نہیں جھجکے گا۔ ہمیں کل دشمن کا سامنا کرنے سے ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں، ہم اپنی اس جنگ میں ڈٹ کر کھڑے ہونگے، اور اللہ (ہمارے ہاتھوں) آپ ﷺ کو وہ دکھائے جس سے آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ پس اے اللہ کے رسول ﷺ ! اللہ کی برکت کی طرف قدم بڑھائیں“۔ ایک اور روایت میں ہے: «لعلك أن تكون قد خرجت لأمر وأحدث الله إليك غيره، فانظر الذي أحدث الله إليك فامضِ، فَصِل حِبال من شئت، واقطع حبال من شئت، وما أخذت منا كان أحبَّ إلينا مما تركت» ”یارسول اللہ ﷺ !) آپ جس جانب بڑھنا چاہیں بڑھیں، جس سے تعلق

رکھنا چاہیں رکھیں اور جن سے کاٹنا چاہیں کاٹیں، ہمارے اموال میں سے جو آپ ﷺ کو پسند ہو وہ لیں اور جو آپ ﷺ کی مرضی ہو وہ ہمیں دیں۔ اور جو کچھ آپ ﷺ ہمارے مال میں سے لیں گے، اس مال کا لینا ہمیں زیادہ عزیز ہو گا اس سے جو آپ ﷺ ہمارے لئے چھوڑ دیں گے"۔

یہ سعد رضي الله عنه ہی تھے جن کے بارے میں لوگوں نے نبی ﷺ سے کہا: **«ما حملنا يا رسول الله ميتاً أخفَّ علينا منه»** **"ہم نے اس سے پہلے اس سے ہلکی میت کبھی نہیں اٹھائی"**، پس رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: **«ما يمنعه أن يخفَّ وقد هبط من الملائكة كذا وكذا لم يهبطوا قط قبل يومه قد حملوا معكم»** **"یہ میت اس وجہ سے اتنی ہلکی ہے کہ کثرت کے ساتھ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور انھوں نے تمہارے ساتھ اس میت کو اٹھا رکھا تھا۔ یہ فرشتے اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوئے"** (ابنِ سعد نے طبقات میں اسے روایت کیا ہے)۔

سعدؓ کا یہ مرتبہ ہے کہ ان کے وصال پر جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع دی: **«من هذا العبد الصالح الذي مات؟ فتحت له أبواب السماء وتحرك له العرش»** **"یہ کون صالح بندہ تھا جس کا وصال ہوا؟ آسمانوں کے دروازے اس کیلئے کھول دیئے گئے اور اللہ کا عرش ہل گیا"** (یہ امام حاکم کی روایت ہے اور امام ذہبی نے اسے درست قرار دیا ہے)۔ علاوہ ازیں امام احمد بن حنبل نے مستند راویوں سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **«هذا العبد الصالح الذي تحرك له العرش وفتحت له أبواب السماء وشهده سبعون ألفاً من الملائكة لم ينزلوا إلى الأرض قبل ذلك، لقد ضُمَّ ضمَّة ثم أخرج عنه»** **"اس صالح بندے (سعد بن معاذ) کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے، اور اللہ کا عرش ہل گیا، سعد کیلئے 70 ہزار فرشتے اترے، جو اس سے قبل زمین پر کبھی نازل نہیں ہوئے، (جنھوں نے) اس کی تدفین میں شرکت کی اور چلے گئے"**۔

یہ تھا سعد بن معاذؓ کا مقام جن پر اللہ کی برکتیں نازل ہوئیں۔ اسماء بنت یزید سکنؓ سے روایت ہے:...جب سعدؓ کا انتقال ہوا، اور ان کی والدہ رونے لگیں، تو آپ ﷺ نے ان سے کہا: **«ليرقأ (لينقطع) دمعك، ويذهب حزنك، فإن ابنك أول من ضحك الله له واهتز له العرش»** **"تمہارے آنسو تھم جائیں گے اور تمہارا غم ہلکا ہو جائے گا، اگر تم یہ جان لو کہ تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کیلئے اللہ مسکرایا اور ان کے لیے اللہ کا عرش ہل گیا"** (طبرانی)۔

یہ ہے اس شخص کا مرتبہ جس نے اسلامی ریاست کے قیام کیلئے رسول اللہ ﷺ کو نصرۃ فراہم کی تھی۔ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں آج اس کیلئے بھی اسی طرح نازل ہوں گی جو اس دین کو ایسے وقت نصرۃ فراہم کرے گا جب اس دین کو کفر نے ہر جانب سے گھیرا ہوا ہے اور دنیا بھر کی قومیں اس کے خلاف مجتمع ہو چکی ہیں۔

اس کے برعکس اگر ایک شخص قوت رکھنے کے باوجود اللہ کے اس دین کی مدد و نصرت کی اس ذمہ داری کو نظر انداز کرے گا تو اس کا فوجی عہدہ اور تمغے اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے۔ ہر فوجی آفیسر کو یہ جان لینا چاہیئے کہ سعد بن معاذ آخری شخص نہیں تھے اور ایسا نہیں کہ اب کوئی شخص نہیں اٹھے گا جو دین کو مدد و نصرت دے...بلکہ ہر مسلمان آفیسر کو اس بات کا ادارک کرنا چاہیئے کہ وہ اسی پوزیشن میں ہے کہ وہ سعد رضي الله عنه ہی کی مانند مدد و نصرت دے سکتا ہے۔ نصرۃ کی پکار ہر مسلمان فوجی آفیسر کیلئے بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ یہ سعدؓ کیلئے اس وقت تھی۔

فہرست

حالیہ مسئلہ فلسطین کو اپنے بچوں سے اور دوسرے لوگوں سے بھی کیسے ذکر کرنا چاہیئے

عبد البصیر، پاکستان

والدین کو چاہیئے کہ وہ مسئلہ فلسطین کو سمجھانے کے لئے درج ذیل کی اس مثال کا استعمال کرتے ہوئے اپنی اولاد سے گفتگو کا آغاز کریں:

1۔ آپ اپنے گھر میں پر سکون طریقے سے رہ رہے ہیں اور 75 سال پہلے ایک دن اچانک کچھ لوگ زبردستی آپ کے گھر میں داخل ہو جاتے ہیں، وہ آپ کے آدھے گھر پر قبضہ کر لیتے ہیں، آپ کے آدھے خاندان کو گھر سے نکال دیتے ہیں اور باقی گھر والوں کو گھر کے بقیہ حصے میں نظر بند کر دیتے ہیں۔ پھر وہ قابضین گھر کے باقی افراد کو مزید پیچھے دھکیلتے ہوئے گھر کے اس بقیہ نصف حصے میں سے بھی مزید کمروں پر قبضہ کرتے رہتے ہیں۔ اور آخر آپ اپنے آپ کو اپنے ہی گھر کے باتھ روم میں بند پاتے ہیں۔ اور گویا کہ اتنا ہی برا سلوک کافی نہ تھا کہ وہ غاصب اکثر و بیشتر آپ کی بجلی، پانی اور گیس کی فراہمی تک کاٹ دیتے ہیں اور باہر کی دنیا سے کوئی بھی چیز اس باتھ روم میں نہیں داخل ہونے دیتے۔ اور اب وہ آپ سے اس بات پر مذاکرات کر رہے ہیں کہ چلو یہ باتھ روم آپ رکھ لیں، یا شاید کچن بھی دے دیں، اور یہ قبول کرلیں کہ یہ گھر اب ان غاصبوں کا ہے۔ تو کیا آپ ایسا کوئی معاہدہ یا ڈیل قبول کر لیں گے؟ مزید ستم تو یہ ہے کہ اگر کبھی آپ کوئی احتجاج کرتے ہیں، کوئی پتھر پھینک دیتے ہیں جس سے آپ کے اپنے ہی گھر کے اس حصہ کا کوئی شیشہ ٹوٹ جاتا ہے جس پر اب وہ غاصب قبضہ کئے ہوئے ہیں تو الٹا آپ پر دہشت گرد ہونے کا الزام لگ جاتا ہے۔

2۔ لہٰذا مسئلہ فلسطین کو صرف موجودہ صورتحال کے تناظر میں نہیں دیکھا جاسکتا بلکہ اصل مسئلہ ماضی میں جو کچھ ہوتا رہا ہے اس کے حقائق اور فلسطین کے اصل حق کو دوبارہ حاصل کرنے کے بارے میں ہے۔ فلسطین کی بین الاقوامی کوریج پر ایک تعصب زدہ صیہونی میڈیا کا کھلا اور منظم قبضہ ہے۔ جبکہ دریں اثناء، عالمی سطح پر مسلمانوں کے

جذبات فلسطینی عوام کے درد و تکالیف سے جُڑے ہیں اور وہ مقدس سرزمین (الاقصیٰ) اور پورے فلسطین کو ناجائز صیہونی قبضہ سے آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔

3۔ یہ واقعات کوئی دو چار دن پہلے نہیں شروع ہوئے اور نہ ہی فلسطینی عوام کی طرف سے ان میں پہل کی گئی ہے۔ بلکہ ان کا آغاز 1917 میں برطانیہ نے کیا اور بعد میں فلسطینی عوام پر ظلم و جبر مسلط کرتے ہوئے 1947 میں ناجائز صیہونی وجود کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ 20ویں صدی کی سب سے بڑی چوری اور غصب تھا جسے عالمی قانون اور اقوام متحدہ نے قانونی حیثیت فراہم کی اور جو کہ آج تک میسر ہے۔ 50 لاکھ سے زائد فلسطینیوں کو جبری طور پر بے دخل کر دیا گیا، ان کے گھروں، زمینوں اور کاروبار پر قبضہ کر لیا گیا اور آج بھی صیہونی آبادکاروں کی جانب سے صیہونی حکومت اور اس کی فوج کی مدد سے جبری بے دخلی کے ذریعے باقی ماندہ فلسطین پر مزید قبضہ کیا جا رہا ہے۔

4۔ ارضِ مقدس، فلسطین کے ہر ایک انچ اور ہر حصے پر قبضہ کرنا ایک ناجائز قبضہ ہے چاہے عالمی قانون کچھ بھی کہتا رہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اسلام کے مطابق یہ ایک ناجائز قبضہ ہی ہے اور یہ فیصلہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ فلسطین کے ہر ہر حصے اور ہر ایک انچ کو آزاد کرانے کی ضرورت ہے چاہے عالمی قانون اس کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اسلام کا حکم اس کا مطالبہ کرتا ہے اور مسلمانوں کے لئے بس یہی ایک وجہ ہی کافی ہے۔

5۔ چونکہ فلسطین ایک مقبوضہ علاقہ ہے، اس لیے وہ غاصب، جنہیں بعض اوقات نرم الفاظ میں آبادکار بھی کہہ دیا جاتا ہے، فلسطین کے شہری نہیں ہیں اور اس لیے وہ اس مسلح تنازعہ میں ان حقوق کے اہل نہیں ہیں جو کہ عام شہریوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ فلسطین ایک ایسا پارک بھی نہیں ہے جہاں آپ کسی بھی وقت اپنی کوئی پارٹی منعقد کر سکتے ہیں، بلکہ فلسطین ایک مقبوضہ علاقہ ہے، لہٰذا یہاں چوکنا رہنے اور ڈرنے کی ضرورت ہے۔

6۔ صیہونی ریاست کے ناجائز اور غیر قانونی قیام اور فلسطینی سرزمین پر قبضہ کے بعد سے فلسطین کے عوام، خصوصاً غزہ جیسے مقامات پر لوگ دنیا کی سب سے بڑی کھلی جیل میں زندگی بسر کر رہے ہیں جہاں انہیں زندگی کی بنیادی ضروریات سے بھی محروم رکھا جاتا ہے چاہے وہ صاف پانی ہو، طبی سہولیات تک رسائی ہو یا بجلی کی مسلسل

فراہمی ہو۔ صیہونی فوج کی طرف سے باقاعدگی سے دراندازی اور باقاعدہ فضائی حملے فلسطینی عوام کے لئے معمول بن چکے ہیں۔ شہریوں کے گھروں سمیت فلسطین کا بنیادی ڈھانچہ تباہ وبرباد ہو چکا ہے اور مرمت کے قابل بھی نہیں رہا۔ اس تمام صورتحال کے سبب فلسطینیوں کی موجودہ اور اگلی نسلوں پر شدید ذہنی تناؤ اور مضر اثرات بھی بہت زیادہ ہیں۔

7۔ فلسطین کی عوام میں عیسائی بھی شامل ہیں اور وہ بھی صیہونی ریاست کے ہاتھوں اذیت کا شکار ہیں اور فلسطینی سرزمین کی آزادی کے خواہاں ہیں۔ لیکن بہر حال یہ ایک اسلامی مسئلہ ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ فلسطین کو آزاد کرائیں اور فلسطین کے تمام لوگوں کو ان کا حق دلوائیں۔

8۔ گزشتہ چند دنوں میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مغرب کی تمام تر فوجی طاقت اور مالی و سیاسی حمایت سے قائم ہونے والے اس ناجائز صیہونی وجود کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے اور فلسطین کو آزاد کرایا جاسکتا ہے۔ ہمیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ فلسطین کی آزادی خطے کی کسی بھی عرب حکومت کے ذریعے نہیں ہوگی کیونکہ یہ حکومتیں غدار ہیں اور صیہونی وجود کے دفاع کے لیے ہراول دستہ کا کام کرتی ہیں۔

9۔ فلسطین کی آزادی دو قومی حل کے ذریعے نہیں آئے گی اور اس خیال کو لازمی طور پر مسترد کیا جانا چاہئے۔ دو قومی حل، دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ایک ناکام کاوش ہے کہ یہ حل فلسطینیوں کے مفاد میں ہے۔ تاہم، اس کی حقیقت اور مقصد فلسطینیوں کے لئے محدود حقوق کو برقرار رکھتے ہوئے اور انہیں اپنی سرزمین پر واپس جانے سے روکتے ہوئے ناجائز صیہونی وجود کی موجودگی کا تحفظ کرنا ہے۔ یہ کوئی حل نہیں ہے بلکہ یہ ان کے سامنے شکست کو تسلیم کرنا ہے اور فلسطینیوں کو یہ بتانا ہے کہ انہیں وہ کچھ بھی واپس نہیں مل سکتا جو کہ اصل میں ان کا حق ہے۔ اسلام فلسطین کی پوری اور مکمل آزادی کے علاوہ کسی دو قومی حل یا حقیقت میں کسی بھی اور حل کو قبول نہیں کرتا۔ مزید برآں، جس طرح ہم اسرائیل کو تسلیم نہیں کرتے، اسی طرح ہمیں اس فلسطین کو بھی تسلیم کرنے کی اجازت نہیں

ہے، جو ویسٹ فیلیا کے امن، بالفور اعلامیے Balfour Declaration اور سائکس پیکوٹ معاہدے سے نکلنے والی ایک اور قومی ریاست ہے۔ ہم صرف ایک ریاستی حل کو قبول کرتے ہیں، جو کہ ریاستِ خلافت ہے۔

10۔ مسلمانوں کے دماغ میں یہ غلط فہمی بھر دی گئی ہے کہ ہم کمزور اور نااہل ہیں۔ بہر حال جو بھی سیاسی کھیل کھیلا جارہا ہے، گزشتہ چند دن اس بات کی یاد دلاتے ہیں کہ مسلمان ہر گز کمزور نہیں ہیں۔ ہمارے پاس صلاحیت ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمارے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ ہے اور ایسی مدد سے بڑھ کر کوئی مدد نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی مدد مہیا کر دیں۔ ہمیں مغربی طاقت کے پروپیگنڈے سے غیر متزلزل اور متاثر ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ فلسطین یا کشمیر کی طرح کوئی بھی مقبوضہ مسلم سرزمین، جہاں مسلمانوں پر دنیا میں کہیں بھی ظلم و جبر ہو رہا ہو تو وہ ہمارے لئے ایک ریڈ لائن ہے۔

11۔ منافقت کی یہ حقیقت سب پر واضح ہونی چاہیئے۔ روس کے یوکرین کی سرزمین پر قبضہ کرنے کے خلاف یوکرین کے مزاحمت کرنے کی تو بھرپور حمایت بھی کی جاتی ہے اور تعریف بھی کی جاتی ہے لیکن فلسطینی عوام کو 75 سال سے اس حق سے محروم رکھا گیا ہے اور یہ صورتحال ابھی جاری ہے۔ مسلمانوں کو اتنا سادہ یا بے وقوف نہیں ہونا چاہیئے کہ یہ یقین کر کے بیٹھے رہیں کہ امریکہ، اقوامِ متحدہ، عالمی قانون یا مغرب سے مداخلت کا مطالبہ کرنے سے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ تو وہ بھیڑیئے اور چور ہیں جنہوں نے تقریباً پورے فلسطین کو ہڑپ کر لیا اور ناجائز صیہونی وجود کو تحفظ فراہم کئے رکھا۔ یہ وہی بھیڑیئے ہیں جو کشمیر کے مسئلہ پر غاصب ہندو کے غلبہ پر بھی آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ اپنی منافقانہ دوغلی پالیسی پر وہ انتہائی حد تک ڈھیٹ اور بے شرم ہیں۔

12۔ ہمارا موٴقف بالکل صاف اور واضح ہونا چاہیئے۔ ہم مسلمانوں کے کوئی دوہرے معیار نہیں ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ تہذیبوں، عقائد اور آئیڈیالوجی کا ٹکراؤ ہے۔ ہمارا دعویٰ کھرا اور سچا ہے کہ ہم ہی حق کے پیروکار ہیں اور ہم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آگے اپنی رضا سے گردن جھکاتے ہیں اور کسی معاملے پر ایک بھی لفظ کہنے کا کوئی

اختیار نہیں رکھتے جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ فیصلہ کرچکے ہوں۔ اور یہ اللہ کا حکم ہی ہے جو کہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ ارضِ مقدس، فلسطین اور تمام مسلمان علاقوں کو اسلام کی حکمرانی اور اختیار کے تحت آزاد کرایا جائے۔

13۔ فلسطینی بھائیوں سے یہ کہنے کی بجائے کہ وہ ظلم سہنے کا حوصلہ کریں اور ایسا کچھ نہ کریں کہ جس سے وہ غاصب برہم ہو جائیں۔ ہم فلسطینی بھائیوں کی اس جدوجہد کی تعریف کرتے ہیں۔ ہم ان سے ثابت قدم رہنے کا کہتے ہیں اور ان سے ان کی اس حالتِ زار کے حوالے سے اپنے حکمرانوں کی غفلت، غداری، نااہلیت اور بے عملی پر معافی مانگتے ہیں۔ ہم مسلم افواج کی طرف امید سے دیکھتے ہیں جنہیں ہم پرزور طریقے سے پکارتے ہیں اور انہیں ان کا فرض یاد دلاتے ہیں جو کہ تمام مسلم علاقوں کو آزاد کرانا ہے۔

14۔ یہ بات بھی قابلِ تحسین ہے کہ اگرچہ فلسطینی بھائی مارے جارہے ہیں لیکن وہ ایسے نہیں ہیں کہ شکایت کررہے ہوں بلکہ وہ تو اس مقصد کے لئے اپنی جانیں دینے کو تیار ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ اپنے خون اور جانوں کی قربانی سے وہ امتِ مسلمہ اور ان کی افواج کے ضمیر کو جھنجھوڑ سکتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ ان کی قربانیاں قابلِ قدر ہیں اور وہ رائیگاں نہیں جائیں گی اور یہ قربانیاں صیہونی ریاست کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کی کوشش میں مسلم حکمرانوں کی غداری کو روکنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ حالانکہ فلسطینی بھائی مر رہے ہیں، ان کے گھر تباہ و برباد ہو رہے ہیں، ان کے بچے مارے جارہے ہیں اور وہ اس جنگ کی پوری قیمت بھی چُکا رہے ہیں، پھر بھی اس سب کے باوجود ان کے لبوں پر شکایت کا کوئی ایک لفظ نہیں ہے۔ البتہ ہم میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جن کا یہ فرض ہے کہ افواج کو حرکت میں لانے کے لئے اپنی آوازیں بلند کریں اور وہ لوگ شکایتیں کرتے پھر رہے ہیں۔ یہ ساری صورتحال ہمیں ہماری ذمہ داریوں کے بارے میں کیا بتارہی ہے؟ کیا ہماری توجہ حاصل کرنے کے لئے فلسطینی بھائیوں کو اپنی جانوں کے نذرانے دینے پڑیں گے؟ کیا ان کی زندگی کی زبوں حالی اور تکالیف ہمارے حکمرانوں اور افواج کے ہوش میں آنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ شرمندہ ہونے کی بجائے ہم یہ گلہ کررہے ہیں کہ فلسطینیوں نے معاملات اتنے آگے کیوں بڑھا دیئے ہیں۔ کیا یہ مسئلہ فوجی حکمتِ عملی کا ہے یا کہ ایمان کا؟ یہ اصل میں ذہن کا مسئلہ ہے کہ جب آپ اس

دنیا سے اتنی محبت کرنے لگیں کہ موت سے ڈر لگنے لگے۔ پس صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہی ڈریں اور اپنے حقیقی فرض اور ذمہ داری پر توجہ دیں! مسلم افواج سے مطالبہ ہے کہ وہ ارضِ مقدس، فلسطین اور الاقصیٰ کی مدد کریں۔

15۔ ہمیں اپنے آپ کو یاد کرانا چاہیئے اور اپنے بچوں کو یہ بتانا چاہیئے کہ یہ صرف اسلام کی حکمرانی ہی تھی جس کے تحت فلسطین اور اس کے تمام لوگ بشمول عیسائی اور یہودی، سلامتی، امن اور استحکام کے ساتھ رہتے رہے تھے۔ اور یہی حل نہ صرف فلسطین کے لئے بلکہ پوری دنیا کے لئے ایک حقیقی اور دائمی حل ہے۔

16۔ اور ہاں ایک آخری بات، اپنے بچوں کو یہ ضرور بتائیں کہ حماس نے صیہونی ریاست پر جو 'گھریلو ساختہ' راکٹ فائر کئے تھے وہ بنیادی طور پر ان کے اپنے اوپر داغے جانے والے بغیر پھٹنے والے صیہونی گولہ بارود سے بنائے گئے تھے اور یہ راکٹ ایک عام نامیاتی کھاد، چینی اور پوٹاشیم نائٹریٹ کے ٹھوس مرکب سے چلائے گئے ہیں۔ جی ہاں، فلسطینی بھائی پابندیوں اور رکاوٹوں کے تحت بدترین حالات میں رہتے ہوئے، اپنے نہتے ہاتھوں سے ٹیکنالوجی کے لحاظ سے دنیا کی جدید ترین افواج میں سے ایک سے لڑ رہے ہیں۔

فہرست

وراثت سے متعلق چند تصورات جن کی اصلاح ضروری ہے
فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ

ابو نزار شامی

قرآن مجید کی کچھ آیات سے سیکولر اور دین کے دشمنوں کو بے چینی لاحق ہے، ان کی یہ مذموم خواہش ہے کہ کسی طرح ان شاندار آیات کو باطل اور لغو ثابت کر دیں۔ ان آیاتِ کریمہ کو سامنے رکھ کر شر انگیز لوگوں نے اپنی بہتان تراشیوں اور جھوٹے الزامات کے تیر اسلام پر برسانے شروع کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں آیت یہ ہے: **(فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ)"پس مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے"**۔ پروپیگنڈا کرنے والوں نے اسلام پر مردوں کا جانب دار ہونے اور عورت کے ساتھ ناانصافی روا رکھنے کا الزام عائد کیا، کیونکہ اسلام وراثت میں عورت کو مرد کے حصے کا آدھا دینے کا حکم دیتا ہے، بار بار دُہرائے جانے والے اس جھوٹ کی وجہ سے بعض مسلمان گومگو کا شکار ہو گئے اور وہ اس بات سے قاصر سے تھے اس کا کیا جواب دیا جائے۔ اگر یہ جھوٹے لوگ اسلام کے ظہور سے پہلے عورت کے حالات کو بنظر انصاف دیکھتے، بلکہ آج اس مغربی تہذیب کے سائے تلے عورت کی زندگی جس نہج پر پہنچی ہوئی ہے اس پر نظر ڈالتے، پھر اس کا عادلانہ تقابل اس مقام و مرتبہ اور عزت و احترام کے ساتھ کرتے جو اسلام نے عورت کو دیا ہے، تو اسلام کی طرف ایسی جھوٹی تہمتوں کی نسبت کرنے سے پہلے ہی ان کی زبانیں شل ہو جاتیں۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ تیونس جیسی کچھ عرب حکومتوں کی دلیری اور جرات اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ انہوں نے کچھ عرصہ پہلے ایک قانون پاس کیا، جس کے مطابق مرد و عورت کو وراثت میں برابر کا حصہ دار قرار دیا گیا ہے، جو اللہ کی صریح آیات کو چیلنج کرنا ہے۔ یہ اقدام 23/11/2018 کو اٹھایا گیا۔ یہ سادہ لوح کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ کام کرکے انہوں نے عورت کو کئی حقوق سے محروم کر دیا، جو اس کو اسلامی وراثت کے نظام کے تحت حاصل ہوتے ہیں!! آج تیونس میں اس قانون کی بدولت عورت کو میراث میں اس حصے سے کم مل رہا ہے جو اللہ کی طرف سے اس

کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ ایسا کیوں کر ہے؟ اور کیا عورت ہر حالت میں مرد کے حصے کے نصف کے برابر وراثت میں حصہ پاتی ہے؟

اسلامی نظامِ وراثت کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ چند مضبوط معیاروں یا پیمانوں پر استوار نظام ہے، جن میں عدل اور بہبود عامہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ معیارات مرد و عورت کے درمیان مطلقاً فرق و امتیاز سے خالی ہیں، کیونکہ قرآن نے یہ نہیں کہا کہ (يوصيكم الله في ورثتكم للذكر مثل حظ الأنثيين)، جس کے معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے ورثا کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مرد کے لیے عورت سے دوگنا۔ بلکہ کہا کہ **(اولادِکم) "تمہاری اولاد کے بارے میں (حکم دیتا ہے)"**۔ اس لیے یہ تقسیم وراثت کی مستقل حالت نہیں، کہ عورت کا حصہ مرد کے حصے کا ہمیشہ نصف ہی ہو۔ بلکہ وراثت کی تقسیم میں شریعت نے دیگر ایسے چند پیمانوں کو ملحوظ رکھا ہے جو متعین ہیں۔

پہلا: وارث (خواہ مذکر ہو یا مؤنث) اور میت کے درمیان رشتہ داری اور قرابت کا درجہ۔ چنانچہ جوں جوں رشتہ قریب ہوتا جاتا ہے، توں توں میراث میں سے حاصل ہونے والا حصہ بھی بڑھتا جاتا ہے، مثلاً: میت کی بیٹی میت کے شوہر سے زیادہ حصہ لیتی ہے، کیونکہ رشتے میں بیٹی کی قرابت اپنی مری ہوئی ماں کے ساتھ، میت کی اپنے شوہر کے ساتھ قرابت سے زیادہ ہے، اس کے باوجود کہ بیٹی عورت اور شوہر مرد ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد ہونا یا عورت ہونا وہ اصل کَسوَٹی نہیں، جس پر شریعت حصوں کے حوالے سے اعتماد کرتی ہو۔

دوسرا: ایک کے بعد ایک آنے والی نسل کا مقام و نمبر، چنانچہ یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ وراثت پانے والی نسل کا مقام کیا ہے۔ تو آئندہ کی نسلوں کا وراثت میں حصہ عام طور پر پچھلی نسل سے بڑا ہوتا ہے، اس میں اس بات کو قطع نظر کیا جاتا ہے کہ ورثاء مرد ہیں یا عورتیں۔ پس بیٹی اپنی والدہ سے زیادہ حصہ پا لیتی ہے، حالانکہ دونوں مؤنث ہیں۔ بلکہ کبھی اپنے والد سے بھی زیادہ حصہ لیتی ہے۔ اور بیٹا اپنے والد سے زیادہ لے لیتا ہے۔ حالانکہ دونوں مذکر ہیں۔

تیسرا: مالی ذمہ داری؛ جس میں شریعت وارث پر لازم قرار دیتی ہے کہ وہ دوسروں کے لیے کوئی ذمہ داری انجام دے۔ یہی وہ معیار ہے جس کی بنیاد پر مرد وعورت کے درمیان کچھ فرق جنم لیتا ہے، جس کو اس آیت نے بیان کیا ہے: **(يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ)** کیونکہ یہاں جو مذکر وارث ہے (جو قرابت کے درجے اور نسل کے لحاظ سے مونث کے ساتھ یکساں صورتِ حال میں ہے) مؤنث کی دیکھ بھال کا بھی مکلف ہے، جبکہ مؤنث (وراثت پانے والی عورت) پر کوئی مالی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی۔ جب ہم وراثت کی تمام مختلف صورتوں کا موازنہ کریں تو مذکورہ فرق والی صورتیں محدود ہیں۔ اسی اسلامی منطق کی بنا پر اسلام نے وراثت میں عورت کو مرد سے مختلف کر دیا ہے۔ مذکر وارث کو زیادہ دے کر عورت پر ظلم نہیں کیا گیا، بلکہ عورت کو مالیاتی تحفظ فراہم کیا گیا ہے، تاکہ وہ بُرے حالات سے محفوظ رہ سکے نیز کمزور سمجھ کر ظلم کیے جانے سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

آیئے ان حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں جن میں عورت شرعِ حنیف کے مطابق وراثت میں حصہ وصول کرتی ہے، اور یہ دیکھیں کہ جیسے یہ جھوٹے لوگ بہتان لگاتے ہیں، کیا واقعی اس کا حصہ کم رکھا گیا ہے۔

ہمیں نظر آتا ہے کہ وراثت کے باب میں اسلامی فقہ نے 34 صورتیں متعین کی ہیں، جن میں عورت مختلف نسبتوں سے وراثت لیتی ہے، پس تقریباً گیارہ حالات یا صورتیں ایسے ہیں جن میں عورت بالکل مرد کے برابر ہوتی ہے، باقی میں سے چودہ صورتیں وہ ہیں جن میں عورت مرد سے زیادہ حصہ وصول کرتی ہے۔ پانچ حالتوں میں عورت کی وجہ سے مرد وراثت سے ہی محروم کر دیا جاتا ہے اور وراثت پوری کی پوری عورت لے لیتی ہے۔ صرف چار حالتوں میں ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر دیا جاتا ہے۔

وراثت میں مرد وعورت کی مساوات کی چند مثالیں:

ماں باپ میں سے ہر ایک کو وراثت میں چھٹا حصہ دیا گیا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: **(وَلِأَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٞ) "اور مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، بشرطیکہ اس کی کوئی اولاد ہو"۔**

ماں شریک بہن بھائیوں کی میراث: مردوں اور عورتوں کے درمیان برابر تقسیم کی جاتی ہے، اس صورت میں مرد وارث میں سے اتنا ہی لیتا ہے جتنا عورت لیتی ہے۔ بشرطیکہ میت کی کوئی فرعی یعنی اپنی اولاد موجود نہ ہو۔ اس کے لیے فرمایا ہے: **(وَإِن كَانَ رَجُلٞ يُورَثُ كَلَٰلَةً أَوِ ٱمۡرَأَةٞ وَلَهُۥٓ أَخٌ أَوۡ أُخۡتٞ فَلِكُلِّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُۚ فَإِن كَانُوٓاْ أَكۡثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِي ٱلثُّلُثِۚ) "اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی میراث تقسیم ہونی ہے، ایسا ہو کہ نہ اس کے والدین زندہ ہوں نہ اولاد، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن زندہ ہو تو ان میں سے ہر ایک چھٹے حصے کا حق دار ہے۔ اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے"۔**

وراثت میں مساوات کا مطالبہ کرنے والے ان معترضین کے مونہوں پر چُپ کی مہر کیوں لگ جاتی ہے؟ یہاں ان کی بولتی بند ہو جاتی ہے؟ یا پھر ان کو **فَلِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ** کے سوا کوئی اور آیت یاد ہی نہیں؟ میرا تو تقریباً یقین ہے کہ ایسے اشخاص کی اکثریت کو اسلامی نظام وراثت سے متعلق یکسر علم نہیں ہوتا، اور ان تیس حالات کا انہیں کچھ بھی پتہ نہیں، جن میں عورت مرد کے برابر یا اس سے زیادہ وراثت پاتی ہے، بلکہ ان میں سے بعض ایسے حالات بھی ہیں جہاں صرف عورت ہی کو وراثت ملتی ہے، مرد کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ دراصل ان کا اصل ہدف فقط اسلام پر طعن ہے اس کے سوا کچھ نہیں!!

عورت کو جن حالات میں زیادہ حصہ ملتا ہے، ان کی ایک مثال: وراثت کے بعض حالتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورت مرد سے کئی گنا بڑھ کر لیتی ہے، قرآن کی واضح آیت اس پر دلالت کر رہی ہے **(فَإِن كُنَّ نِسَآءٗ فَوۡقَ ٱثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۖ وَإِن كَانَتۡ وَٰحِدَةٗ فَلَهَا ٱلنِّصۡفُۚ وَلِأَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٞ) "اور اگر (صرف) عورتیں ہی ہوں، دو یا دو سے زیادہ، تو مرنے والے**

نے جو کچھ چھوڑا ہو، انہیں اس کا دو تہائی حصہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک عورت ہو تو اسے (ترکے کا) آدھا حصہ ملے گا۔ اور مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا، بشرطیکہ مرنے والے کی کوئی اولاد ہو"۔

ایک اور مثال: ایک آدمی ایک بیٹی اور باپ چھوڑ کر مرا۔ اس صورت میں باپ کا چھٹا حصہ ہے، جو ایک بیٹی یا کئی بیٹیوں کے حصے سے بہت تھوڑا ہے، تو یہاں تو کسی نے مساوات کی بات نہیں کی، کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہاں باپ کی عزت واحترام کو بٹا لگ گیا ہے۔

ایک اور مثال: ایک آدمی کی وفات ہوئی، اور ایک بیٹی اور اپنے دو سگے بھائی چھوڑے، اس صورت میں بیٹی کو پورے ترکے کا آدھا حصہ ملے گا، (بھلے وہ کروڑوں اربوں میں ہوں) ایک تو وہ اکیلی ہے دوسرا اس کے ساتھ کوئی اور عصبہ رشتے دار بھی موجود نہیں، جو ان کے ساتھ برابر کا شریک ہو (عصبہ وہ رشتہ دار کہلاتا ہے، جو متعین حصوں کے مطابق مال تقسیم ہونے کے بعد بچا ہوا مال لیتا ہے) اور میت کے دو سگے بھائیوں کو تعصیب کے طور پر آپس میں باقی مال برابر برابر ملے گا، مطلب ہر سگے بھائی کو چوتھائی چوتھائی ملے گا، یہاں بھی مرد کا حصہ عورت کے حصے سے بہت کم ہے۔

اسی طرح جب ایک شخص دو بیٹیوں اور اپنے دو سگے چچاؤں کو چھوڑ کر مرے، تو اس صورت میں پوری جائیداد کے تین حصے کیے جائیں گے، بیٹیاں پوری جائیداد اور ترکے کے دو تہائی کی حقدار ٹھہرتی ہیں، یہ حصہ ان کو فرض کے طور پر ملتا ہے۔ (فرض کا مطلب جس کو قرآن نے متعین کیا ہو) اس صورت میں دو بیٹیوں کو آدھے سے زیادہ مل رہا ہے (دو تہائی آدھے سے زیادہ ہوتا ہے)، کیونکہ اس صورت میں وہ دو ہیں، اور کوئی اَور عصبہ رشتے دار بھی ان کے ساتھ نہیں، جو ان کے ساتھ برابر کا شریک ہو، پس دو تہائی کو ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور ہر ایک بیٹی ایک تہائی حصہ پائے گی۔ جبکہ دو سگے چچا بقیہ جائیداد کو (جو ایک تہائی ہے) بطور عصبہ کے لیں گے، پس اس میں سے ہر ایک چچا کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔ (کیونکہ جب تہائی حصے کو آدھا کیا جائے تو وہ چھٹا بن جاتا ہے) آپ نے دیکھا کہ اس صورت میں بھی عورت کا حصہ مرد سے بڑھ کر ہے۔

ایک اور صورت: جب ایک عورت کی وفات ہو جائے، اس کے ورثا اس کا شوہر اور بیٹی ہوں، تو اس صورت میں بیٹی کے لیے آدھا حصہ متعین ہے، شوہر کے لیے چوتھائی حصہ متعین ہے، اندازہ کریں کہ یہاں ایک عورت یعنی میت کی بیٹی اپنے والد سے دوگنُا زیادہ لیتی ہے، (کیونکہ والد کو چوتھائی ملا ہے۔ آدھا چوتھائی کا دگنا ہوتا ہے)۔

کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کو تو حصہ مل جاتا ہے، جبکہ مرد کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

مثلاً ایک شخص ایک بیٹے ایک بیٹی اور دو سگے بھائیوں کو چھوڑ کر مرے، پس بیٹا اور بیٹی سارا ترکہ لیں گے، اور بھائی کو بہن کے مقابلے میں دگنا ملے گا، جبکہ دو سگے بھائیوں کو کچھ بھی نہیں دیا جاتا ہے، سگے بھائی میت کی اپنی اولاد کی وجہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ تو دیکھیے اس صورت میں بیٹی تو میراث میں اپنا حصہ پاتی ہے، مگر میت کا سگا بھائی محروم رہ جاتا ہے۔

ایک اور مثال: ایک آدمی ایک نانی اور نانا کو چھوڑ مرا، (یعنی ان کے علاوہ کوئی اور وارث موجود نہیں) اس صورت میں نانی سارا ترکہ بطور وراثت حاصل کرے گی، علم المیراث میں نانی جدہ صحیح کے نام سے مشہور ہے، لیکن پورا ترکہ لینے کے معنی یہ ہیں کہ پہلے اس کو چھٹا حصہ بطور فرض ملتا ہے، اور باقی ترکہ بھی اسی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس کو ردّ کہتے ہیں۔ جد یعنی نانا کو کچھ نہیں ملتا، جو کہ نانی کا میاں ہے، حالانکہ میت کی نسبت سے نانا کا درجہ نانی کے برابر ہے۔ سارا ترکہ نانی لے گی کیونکہ نانی ذوی الفروض میں سے ہے، یعنی جن کو متعین حصہ دیا گیا ہے، جبکہ نانا ذوی الارحام میں سے ہے، اسلام کے قانون وراثت کے مطابق ذوی الفروض کی موجودگی میں ذوی الارحام کو کچھ نہیں ملتا، جد اور جدہ کے حوالے سے قانون وراثت میں جد صحیح کا ذکر بھی آتا ہے، جد صحیح وہ ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت اور رشتے میں ماں داخل نہ ہو، اگر ماں درمیان میں آتی ہو جیسے ماں کا والد یعنی نانا یا ماں کی ماں کا والد یعنی پڑ دادا، تو وہ جد فاسد کہلاتا ہے، (یعنی یہ وارث نہیں)

عورت کے ساتھ اسلام کے عدل و انصاف کی یہ صرف چند مثالیں ہیں، اہل علم و انصاف اس کو مانتے ہیں۔

چنانچہ وراثت کی صورتوں کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ:

1- عورت مجموعی 34 صورتوں میں سے 4 صورتوں میں مرد کے آدھے کے برابر لیتی ہے۔ گویا وراثت کی صورتوں میں سے %11.76 صورتوں میں۔ جبکہ مرد پر عورت کا خرچ بھی لازم کیا گیا ہے، اور عورت پر مرد کا خرچہ بالکل ہی لازم نہیں۔

2- عورت مرد کے مساوی حصہ میراث میں سے لیتی ہے، اور یہ 34 صورتوں میں سے 11 صورتوں میں ہوتا ہے، اس کی شرح ان صورتوں میں سے % 32.35 بنتا ہے۔

3- عورت مرد سے زیادہ لیتی ہے، 34 صورتوں میں سے اس کی 14 صورتیں ہیں، یعنی میراث کی مجموعی 34 صورتوں میں سے 41.18 صورتوں میں۔

4- عورت وراثت میں سے حصہ لیتی ہے اور مرد کا کوئی حق نہیں ہوتا، یہ میراث کی مجموعی 34 صورتوں میں سے 5 صورتوں میں ہوتا ہے۔ جو کہ %14.71 ہے۔

سبحان اللہ یہ دین کتنا عظیم دین ہے، لیکن جنہوں نے اپنی ذات، اپنی عقل و آخرت کو مغرب کو بیچ دیا ہے، وہ اس دین سے کتنے اندھیرے میں ہیں، ایسے لوگ اپنی دنیا و آخرت کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

تیونس کے حکام کو کچھ پتہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی عورتوں اور بیٹیوں کا کتنا نقصان کیا؟ کیا وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے تو قبل از اسلام کے جاہلی حکمرانوں کی مانند عورت کے مال اور حق کو بالکل غصب کیا، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: **(ٱلشَّيۡطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلۡفَقۡرَ وَيَأۡمُرُكُم بِٱلۡفَحۡشَآءِۖ وَٱللَّهُ يَعِدُكُم مَّغۡفِرَةٗ مِّنۡهُ وَفَضۡلٗاۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ) "شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ بڑی وسعت والا اور ہر بات جاننے والا ہے"۔**

اسلام سے پہلے عورت کا وراثت میں کوئی حق تھا، نہ ہی اس کو کوئی معاشی تحفظ حاصل تھا، نہ ہی اس کو زندگی کا کوئی حق دیا جاتا تھا اور زندہ دفن کی جاتی تھی، اسلام نے آکر اس کو عزت دی، اس کا قتل حرام قرار دیا، مرد پر اس کی دیکھ بھال اور اس پر خرچ کرنا لازم قرار دیا، اس کو ایسے حقوق دلوائے کہ جس کی وجہ سے ایک مسلمان عورت دنیا بھر کی عورتوں کے سامنے بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

ہمارے اور ہمارے دین کے ساتھ یہ احمق حکمران اور ایجنٹ جو سلوک روا رکھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے چھٹکارا دے، یا اللہ ہم تجھ سے وہی دعا مانگتے ہیں جو تیرے حبیب نے مانگی تھی کہ ہمیں ہمارے دین میں مصیبتوں سے محفوظ فرما، اور خلافت کے سایے میں اپنی وہ درخشاں شریعت دکھا دے جس سے ہماری زندگیوں کی اندھیرے چھٹ جائیں اور ہر سو اس کی کرنیں چمک جائیں، وہ خلافت جو ہر ظالم کو اس کے ظلم سے روکے گی، ہر حق دار کو اس کا حق دے گی۔ تو دعائیں سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

فہرست

باربی کا حالیہ جنون

باربی فلم نے ستمبر 2023ء کے وسط تک عالمی باکس آفس پر حیران کن 1.38 ارب ڈالر سے زیادہ کمائے۔ باربی اب بھی سینما گھروں میں ہفتے کے اختتام پر پہلے نمبر پر تھی۔ تاہم، کیا باربی کے اس جنون کے پیچھے ہماری بیٹیوں کے لیے کوئی ایجنڈا ہے؟ آیئے مختصراً اس پر ایک نظر ڈالتے ہیں کہ باربی ہمارے بچوں پر کیسے اثر انداز ہوتی ہے، یا ہو سکتی ہے۔

فلم خواتین کو بااختیار (women's empowerment) بنانے پر مرکوز ہے۔ باربی لڑکیوں کو بااختیار بنانے کا ایک ذریعہ بن گئی، اور ان کے کیریئر (پیشہ وارانہ زندگی) کے عزائم کی عکاسی کرتی ہے۔ ہم اکثر باربی کو پلاسٹک کی اس گڑیا کے طور پر دیکھتے ہیں جسے ہم اپنی بیٹیوں کے لیے 3، 4، 5 یا 6 سال کی عمر میں خرید سکتے ہیں۔ روتھ ہینڈلر (Ruth Handler) نے 1959ء میں باربی کی بنیاد رکھی، جب اس کی بیٹی اپنے خوابوں اور امنگوں کو کاغذ کی گڑیوں میں پیش کرتی تھی۔ باربی کے پیچھے فلسفہ یہ تھا کہ ایک چھوٹی لڑکی کے پاس انتخاب کا حق ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جو چاہے بن سکتی ہے۔

اس خیال کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ بیٹیاں گڑیوں کے ساتھ کھیلیں کیونکہ اس کے ذریعے ان میں موجود تخلیقی صلاحیتوں، تخیل، مادرانہ جبلتوں، ہاتھ پاؤں کے استعمال، بات چیت کرنے کی صلاحیت اور ہمدردی کے جذبات کو باہر لایا جائے۔ لڑکیاں صدیوں سے گڑیوں سے کھیلتی چلی آ رہی ہیں۔

ہماری پیاری ام المؤمنین، عائشہ ؓ گڑیا سے کھیلا کرتی تھیں جیسا کہ فرمایا:

عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِي، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا دَخَلَ يَنْقَمِعْنَ مِنْهُ، فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ، فَيَلْعَبْنَ مَعِي

عائشہ ؓ فرماتی ہیں، "میں نبی کریم ﷺ کے پاس گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی، میری بہت سی سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، جب نبی کریم ﷺ اندر تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں پھر نبی کریم ﷺ انہیں میرے پاس بھیجتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتیں"۔

تاہم، یہاں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ لالچ اور حقوقِ نسواں کی تحریکوں کے ذریعے، جس کا مقصد خاندانی ڈھانچے کو تباہ کرنا ہے، ہماری بیٹیوں سے معصومیت چھین لی جاتی ہے، اور یہ سب ایک فلم کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ عام طور پر گڑیا بچے کو اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ اسے حقیقی بچہ سمجھتے ہوئے اسے کھلانے، پکڑنے، اس کے کپڑے بدلنے کے ساتھ ساتھ اس کی دیکھ بھال کرنے کا طریقہ سیکھے اور اس طرح اُس میں پرورش کرنے کی خوبیوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

یہ بچے کے تخیل کے احساس کو بھی فروغ دیتا ہے کیونکہ بچہ یہ سمجھتا ہے کہ گڑیا ایک بچہ ہے جسے دیکھ بھال کی ضرورت ہے، یا یہ کہ بچہ خود کو ایک استاد اور گڑیا کو طالب علم سمجھتا ہیں، اور اسے سِکھانے کے ذریعے بچے کی اپنی بات چیت کرنے کی صلاحیت کو فروغ ملتا ہے اور اس کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس طرح بچے کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ ہم نے ایسی تصویریں بھی دیکھی ہیں جن میں لڑکیوں نے اپنی گڑیوں کو حجاب پہنایا ہوا ہے اور انہیں نماز کے لیے قطار میں کھڑا کیا ہوا ہے، جبکہ وہ اپنی گڑیا کی نماز میں امامت کرتی ہے، اور اللہ ﷻ سے قرب کے رشتوں کو بڑھا رہی ہے۔

باربی گڑیا کی اثر پذیری میں 64 سال گزرنے کے بعد بھی کوئی کمی نہیں آئی۔ باربی نے تین سال کی عمر سے شروع ہونے والی لڑکیوں کو دکھایا ہے کہ خوبصورتی کے معیار کیا ہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نوجوان لڑکیوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اس اندیشے پر کوئی یہ سوال پوچھ سکتا ہے کہ باربی گڑیا نقصان دہ کیسے ہو سکتی ہے؟

یہ گڑیا چھوٹی عمر کی لڑکیوں کے سامنے ان کی معصومیت کے آغاز سے ہی خود اعتمادی کو بڑھانے، خود توقیری کو پروان چڑھانے اور خود پسندی جیسے خوبصورتی کے معیاروں کی تصویر کشی کرتی ہے، یہ سب جانتے ہوئے بھی کہ اللہ

ﷺ ہی بہترین تخلیق کار ہے۔ تاہم، جب یہ لڑکیاں مسلسل ان گڑیوں کے ساتھ کھیلتی رہتی ہیں تو اس سے ان کے معصوم ذہن نسوانیت کے اس تنگ اور تخیلاتی تصور کی طرف کھچ سکتے ہیں۔

یہ لڑکیاں اپنے جسم کا باربی کے غیر حقیقی دبلے پتلے جسم سے موازنہ کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ ایک تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ جو لڑکیاں باربی سے کھیلتی ہیں، ان کی نظر میں اپنے جسم کی عزت کم ہو جاتی ہے اور وہ دوسری لڑکیوں کے مقابلے میں پتلی جسمانی شکل کی زیادہ خواہش مند ہو جاتی ہیں۔ حقیقت میں اگر کوئی (لڑکی) باربی کے قد کے متناسب وزن رکھنا چاہتی ہے تو اس تناسب کو حاصل کرنے کی کوشش میں وہ خوراک کی کمی کا شکار ہو جائے گی جس سے اس بات کا امکان بڑھ جاتا ہے کہ وہ ماہواری سے قاصر ہو جائے۔

باربی کے فیشن کا معیار: باربی کے لیے جو اکسانے والے مختصر لباس یا اسکرٹس فروخت کیے جاتے ہیں، جنھیں لڑکیاں اپنی باربی کو تیار کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں، انھیں یہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ خوبصورتی کے معیار یہ ہیں، اور یہ کہ لڑکیوں کا ایسا لباس پہننا قبول کیا جاتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جوتوں تک کی تشہیر کی جاتی ہے کہ ایک بیٹی کے پیروں میں پہننے کی چیز کی خوبصورتی کا معیار کیا ہے۔ فلم میں اداکارہ کو اونچی ایڑی والے جوتے اتارتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور یہ کہ وہ اپنے پیروں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہونے کے قابل ہے۔ یہ منظر "باربی فیٹ چیلنج" کا باعث بنا ہے۔ بہت سی بچیاں اس منظر کی نقل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن کچھ پاؤں کے معالجوں (podiatrists) نے بتایا ہے کہ اس چیلنج کی وجہ سے کئی بچیوں کے پاؤں میں چوٹ آئی ہے اور انہوں نے اس قسم کے چیلنجوں کو روکنے پر زور دیا ہے۔ اونچی ایڑیاں نہ صرف پاؤں بلکہ کمر، ریڑھ کی ہڈی، کولہوں، گھٹنوں اور پیروں کی انگلیوں پر بھی دباؤ ڈالتی ہیں۔ تاہم، 55 ارب ڈالر کی حامل اس صنعت کی وجہ سے یہ سرمایہ دار، خواتین کی فلاح و بہبود کا خیال نہیں رکھتے۔ سرمایہ داریت صرف ڈالر دیکھتی ہے۔

باربی کی ایسی تصاویر، جس میں وہ ہمیشہ جوان نظر آتی ہے، اس نے خواتین پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ ہم مسلم اکثریتی ممالک میں مغربی خوبصورتی کے معیار کو حاصل کرنے کے لیے کاسمیٹک طریقہ کار میں اضافہ دیکھ رہے ہیں۔ مغرب

نے مسلمانوں کے ذہنوں پر گہرا اثر ڈالا ہے جو خوبصورتی کے حوالے سے اسلام کی اقدار کی جگہ مغرب کے خوبصورتی کے معیار قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ ہماری بہت سی مسلمان بیٹیاں تقلید کی غرض سے اور غیر اسلامی معاشرتی دباؤ میں گھروں سے باہر اپنی خوبصورتی کو ظاہر کر رہی ہیں۔

میمونہ بنت سعد، جو رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھیں، بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وسلم نے فرمایا:
مَثَلُ الرَّافِلَةِ فِي الزِّينَةِ فِي غَيْرِ أَهْلِهَا كَمَثَلِ ظُلْمَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لاَ نُورَ لَهَا "اپنے گھر والوں کے علاوہ غیروں کے سامنے بناؤ سنگھار کر کے اِترا کر چلنے والی عورت کی مثال قیامت کے دن کی تاریکی کی سی ہے، اس کے پاس کوئی نور نہیں ہو گا"۔

مسائل کی فہرست جاری ہے! فلم باربی جس کی ریٹنگ PG-13 ہے (یعنی 13 سال سے کم عمر بچے نہ دیکھیں) اب تک ایک ارب ڈالر سے زیادہ کما چکی ہے، اس نے آنے والی نسلوں کے ذہنوں میں بہت سے فاسد تصورات متعارف کرائے ہیں۔ فلم میں کراس ڈریسنگ کو بھی پیش کیا گیا ہے یعنی لڑکوں نے لڑکیوں والے لباس اور لڑکیوں نے لڑکوں والے لباس پہنے ہوئے ہیں، اس طرح ٹرانسجینڈر کے خیال کو درست کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ان کی ذاتی پسند ہے، انہیں اپنی ذاتی پسند کی بنیاد پر مناسب لباس پہننے کا حق ہے۔ یہاں ایک بار پھر ہم مغرب کا منافقانہ معیار دیکھتے ہیں۔ فرانس نے عبایا کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔ وہ عبایا سے خوفزدہ ہے حالانکہ وہ کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے!

ہم بحیثیت مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے تمام پہلوؤں میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور بچوں کی پرورش اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ والدین کی حیثیت میں، ہمیں حکم دیا گیا ہے،

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ

"مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔۔۔"

(التحریم، 6:66)

اب ہمارے لیے والدین کی حیثیت سے یہ ایک نازک وقت ہے کہ ہم اپنے بچوں سے بات کریں قبل اس سے کہ ان کے دوست، اساتذہ، یا ساتھی ان کے ذہنوں کو کرپٹ تصورات سے آلودہ کر دیں۔ ہم اپنے بچوں کو ایسے حالات میں رکھنے کے متحمل نہیں ہوسکتے جس میں ان کے خیالات، اقدار، طرزِ عمل، صحت اور اسلام سے تعلق متاثر ہونے کا اندیشہ ہو۔

ہمیں تبرج (یعنی خواتین کا اپنی خوبصورتی کو اپنے محارم رشتے داروں کے سوا کسی اور کے سامنے ظاہر کرنے) والی آیات اور احادیث کا علم ہے پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان معاملات میں ہماری بیٹیاں یوں ہی گھروں سے باہر نکل جاتی ہیں اور یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ ابھی چھوٹی ہیں۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام پر رہتے ہوئے بزرگ ہو جانے والے شخص کی مدح بیان فرمائی ہے اور یہ بھی کہ وہ بزرگوں کی کتنی تعظیم فرماتے تھے۔ تو پھر ہم ہمیشہ جوان رہنے کو کیسے مثالی قرار دے سکتے ہیں؟ ہاں اسلام نے بطور امت ہماری رہنمائی کی ہے اور زندگی گزارنے کے لئے ہمارے لیے ایک معیار مقرر کیا ہے۔ تو آیئے دورِ جاہلیت کے طریقوں سے دور رہیں۔ ہمیں خبر دار رہنا چاہیے کہ اس فلم کے پسِ پردہ تصور محض پلاسٹک کی ایک گڑیا کا نہیں ہے بلکہ یہ (عزائم) اس سے کہیں زیادہ وسیع اور خطرناک ہیں۔

ہم اس دنیا میں مسافروں کی طرح ہیں اور یہ دنیا ہمارے لیے قید خانہ ہے۔ ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ "دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے"۔**

اللہ تعالیٰ ہماری تمام بیٹیوں کو اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور مسلمانوں کے خاندان، برادری اور معاشرے کے لیے مضبوط ستون بنائے۔

فہرست

﴿لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾

"اور یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کو مدد بھی نہیں ملے گی" (سورۃ آل عمران:111)

حزب التحریر

یہ یہودی، بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ اور پھر خیبر کے زمانے سے ایسے ہی ہیں اور یہ فریب، دھوکے، برائی، فساد، بزدلی اور ذلت سے جواب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: **﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ﴾ "یہ جہاں بھی پائے جائیں ان پر ذلت مُسلّط کردی گئی ہے سوائے اس کے کہ انہیں اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے"** (سورۃ آل عمران: 112)۔ ان یہودیوں نے خدا کی رسی کو کاٹ دیا ہے، اور اب ان کے لیے کافر ریاستوں کے لوگوں، منافقین اور مسلم ممالک کے غدار حکمرانوں کے علاوہ کوئی سہارا نہیں بچا۔

نوجوان انفرادی حیثیت میں موٹر سائیکلوں پر اور یہاں تک کہ اپنے پیروں پر، یہودی قلعوں پہ دھاوا بولتے ہیں، یہودیوں کی بکتر بند گاڑیوں کو پکڑتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں اور ایسے وقت میں گرفتار کر لیتے ہیں جب وہ بھاری ہتھیاروں اور بکتر بند سے لیس ہوتے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں، اپنی عقلوں اور اپنے ذاتی اسلحے کو استعمال کرتے ہوئے ہر طرح کی عمارت کو نشانہ بناتے ہیں! وہ ان سے ڈرتے نہیں ہیں، بلکہ وہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور الزامات نہیں لگاتے، اور وہ دنیا میں فتح کے منتظر ہیں اور آخرت میں ایسے باغوں پہ نظر رکھے ہوئے ہیں جس میں وہ

سکون پائیں گے، پس ان کو دونوں جہانوں میں فتح مبارک ہو۔ مدد تو اللہ کی طرف سے ہے اور فتح قریب ہی ہے۔

﴿وَأُخْرَى تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِنَ اللهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ "اور ایک دوسری (نعمت تمہیں دے گا) جسے تم پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح، اور مسلمانوں کو خوشخبری سنا دیں" (سورۃ الصف: 13)

لیکن جو بات دل کے ٹکڑے کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ، مسلمان ممالک میں اور خصوصاً فلسطین کے ارد گرد کے ممالک میں خائن حکمران موجود ہیں اور انکی حالت یہ ہے کہ جیسے نہ وہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں۔ **﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ "بہرے، گونگے، اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے"** (سورۃ البقرۃ: 18)

وہ ان کے آس پاس ہیں لیکن وہ انہیں دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے گویا مبارک سرزمین ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتی، بلکہ وہ ایسے ہیں جیسے کہ وہ ایک غیر جانبدار جماعت ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے اسے ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے کہ یہ مسجد الاقصیٰ کسی محفوظ ملک میں حفاظت سے ہے اور تمام مسجدوں میں سے تیسری مسجد اور دو قبلوں میں سے پہلا قبلہ نہیں ہے! کیا ہی برا فیصلہ ہے جو انہوں نے کیا ہے۔

تو کیا ہی منظر ہو گا اگر یہ حکمران فلسطین کے ساتھ ملنے والی اپنی سرحدوں سے دھاوا بول دیں اور اپنے ان بھائیوں کی حمایت کریں جو اپنے جسموں اور ان ہتھیاروں سے لڑ رہے ہیں جو ان کے دشمن کے ہتھیاروں کے مقابلے میں عشرِ عشیر بھی نہیں ہیں؟! مسلمانوں کی افواج کیسے خاموش اور غیر فعال رہنے کو برداشت کر سکتی ہیں جب کہ وہ فلسطین اور اہل فلسطین کے ساتھ ہونے والی قتل وغارتگری کا مشاہدہ کر رہی ہیں؟! وہ اہل فلسطین، مبارک سرزمین اور رسول اللہ ﷺ کے سفر اور معراج کی جگہ کی حمایت سے کیسے گریز کر سکتی ہیں؟! **﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حوله﴾ "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں"** (سورۃ بنی اسرائیل: 1)۔ مسلم افواج ان غدار اور ایجنٹ حکمرانوں کے حکم کی تعمیل کیسے

کرتی ہیں؟! کیا جن پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی گئی اور جو اللہ کے غضب کا شکار ہوئے، ان کے سامنے ذلت اور رسوائی میں اپنے آقاؤں کی اطاعت کرنا کوئی فائدہ پہنچائے گا؟ یعنی ان لوگوں کے سامنے جنھوں نے ان ایجنٹ حکمرانوں کی مدد سے فلسطین کی مبارک سرزمین پر قبضہ کیا؟! ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا * وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا * رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْناً كَبِيراً﴾ **"جس دن ان کے چہرے آگ میں بار بار الٹے جائیں گے تو کہتے ہوں گے: ہائے! اے کاش! ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔ اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر"** (سورۃ الاحزاب: 68-66)

ہم اس بات کا ادراک رکھتے ہیں کہ فلسطین کے لوگوں کو یہودیوں سے لڑنے کے لیے تنہا چھوڑنا اور ان کا ساتھ نہ دینا درست نہیں ہے بلکہ مسلم افواج کو انکی قیادت کرنی ہوگی کیونکہ وہ فتح، جو ہم فلسطین کو یہودیوں کے مکروہ تسلط سے آزاد کر کے اور ان کے وجود کو ختم کر کے چاہتے ہیں، اس وقت تک حاصل نہیں کی جاسکتی جب تک کہ مسلم افواج ایک مخلص ریاست کی قیادت میں انہیں تباہ نہ کر دیں، جس سے واضح فتح حاصل ہو جائے گی۔

ان تمام باتوں کے باوجود یہ خائن حکمران جلد زائل ہو جائیں گے اور ان شاء اللہ، اسلامی ریاست، خلافت راشدہ واپس آ جائے گی، اور اللہ کے اذن سے، یہودیوں کے ساتھ قتال ہو گا اور ان کے قبضے کا خاتمہ ہو کر رہے گا۔ صادق اور مصدوق ﷺ نے مسند احمد میں حذیفہؓ کی روایت میں فرمایا ہے کہ: «...ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ» ".... **اور پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہو گی"** (مسند احمد)۔ اسی طرح بخاری نے عبداللہ بن عمرؓ سے رویت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ: «تُقَاتِلُكُمْ الْيَهُودُ فَتُسَلَّطُونَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَقُولُ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هَذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ» **"تم یہودیوں سے ایک جنگ کرو گے اور اس میں ان پر غالب آ جاؤ گے، پھر (اس وقت) پتھر بولے گا کہ اے مسلمان! میرے پیچھے ایک یہودی ہے اسے قتل کر دو۔"** نیز مسلم نے اسے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ

نبی ﷺ نے فرمایا: **«لَتُقَاتِلُنَّ الْيَهُودَ فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ حَتَّى يَقُولَ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هَذَا يَهُودِيٌّ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ» "یہود تم سے جنگ کریں گے اور تم انھیں اچھی طرح قتل کروگے یہاں تک کہ پتھر کہے گا: اے مسلمان! یہ یہودی ہے، آگے بڑھو اور اس کو قتل کر دو۔"** (مسلم) اور پھر یہ دنیا اُس اللہ کی مدد کی وجہ سے روشن ہو جائے گی جو القوی ہے، العزیز ہے اور الحکیم ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے فلسطین کے شہداء کے لیے جنت کے اعلیٰ باغات اور زخمیوں اور درد میں مبتلا لوگوں کے لیے مکمل صحت یابی کی دعا کرتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ کٹھ پتلی مسلم حکمران اور گمراہ کن گروہوں میں سے ان کے حواری کامیاب نہ ہوں۔ یہ تمام لوگ لڑائی کے نتائج کو، فتح سے شکست کی طرف موڑنے میں، یہودی وجود کو تباہ ہونے سے بچا کر انکے قدم جمانے میں، اور واضح کامیابی کو بائیں اور دائیں طرف دھکیل دینے میں کامیاب نہ ہوں! بلکہ ہم دعا کرتے ہیں کہ یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا ہو: **﴿لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾ "اور یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کو مدد بھی نہیں ملے گی"** (سورۃ آل عمران: 111)

حزب التحریر

ہجری تاریخ : 23 ربیع الاول 1445 ہجری

عیسوی تاریخ: اتوار، 8 اکتوبر، 2023 عیسوی

فہرست

حقوق نسواں سے لے کر مابعد جنسیت تک (حصہ اول)

مشتاق محمود، پاکستان

پاکستان کے حکمران جدیدیت (modernism) کے نام پر اور اپنے مغربی آقاؤں کی ایماء پر مغربی اقدار کو ہمارے معاشرے میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اوراس کا نشانہ خاص طور پر ہمارا نوجوان طبقہ ہوتا ہے۔ہمارے معاشرے،ہمارے نوجوانوں اور ہمارے مرد و خواتین کے لیے ان اقدار کا مقصد ان میں شخصی آزادی (personal freedom) اور انفرادیت (individualism) کی سوچ کو پروان چڑھانا ہوتا ہے تاکہ وہ ان تصورات کو اپنا کر اپنے دین سے دور ہو جائیں۔یوں ان کے لیے اپنے اوپر نافذ مغرب کے سیکیولر نظاموں کو قبول کرنا آسان ہو گا۔یہ تصورات اپنی جڑ سے ہی مغربی اور ہمارے لیے بالکل اجنبی ہیں۔یہ تصورات معاشرے میں مرد و عورت کے کردار اور ان کے باہمی تعلقات کے حوالے سے بننے والے ملکی قوانین پر براہ راست اثرانداز ہوتے ہیں جس کی ایک مثال پاکستان میں منظور کیا جانے والا ٹرانس جینڈر پرسنز ایکٹ (Transgender Persons Protection of Rights Act) ہے۔

مغرب میں مرد و عورت کے کردار اور ان کے باہمی تعلقات سے متعلق اپنائے جانے والے موجودہ تصور کی وجہ مغرب میں تسلسل کے ساتھ عورت کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا جاناہے۔اس کے نتیجے میں سب سے پہلے عورتوں کی جانب سے حقوق نسواں (Women's Rights) کی صدا بلند ہوئی۔لیکن مغرب کی جانب سے عورت کو بدستور حقوق سے محروم رکھے جانے کے نتیجہ میں یہ تحریک مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے اب ایک نہایت گمبھیر اور بھیانک صورت اختیار کر چکی ہے۔

یونانی تہذیب اور مسیحی یورپ میں عورت کی صورتحال:

مغرب کی عورت کی تاریخ بہت تلخ ہے اور مختلف ادوار پر مشتمل ہے، جن میں یونانی تہذیب، مسیحی یورپ اور پھر سرمایہ داریت کا دور شامل ہے۔ عیسائیت کی تاریخ میں کلیسا عورت سے متعلق بار بار وہی اقوال دہراتا تھا جو قدیم یونانی مذہبی روایات (Greek mythology) میں مذکور تھے، جن کا نچوڑ یہ تھا کہ زمین میں شر کا سبب عورت ہے۔ زیادہ تر ان یونانی روایات میں عورت کو دھوکے باز، شرمناک اور دنیا کے لیے ایک لعنت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جس وجہ سے عورت پر مردانہ تسلط کی ضرورت کو ثابت کیا گیا ہے تاکہ معاشرے کو اس انتشار سے بچایا جا سکے جو عورت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

ان روایات کے مطابق پینڈورا (Pandora) وہ پہلی عورت ہے جس کو خداؤں نے تخلیق کیا۔ 700 ق م کی یونانی شاعری میں لکھا ملتا ہے کہ تجسس کے ہاتھوں اس نے اپنے شوہر کی حفاظت میں رکھا ہوا ایک مرتبان کھول دیا، جس کے نتیجہ میں بنی نوع انسان پر جسمانی اور جذباتی لعنتیں جاری ہو گئیں۔ یہ تصور یورپ میں اتنا پختہ ہو گیا کہ آج بھی انگریزی زبان میں جو پینڈورا باکس (pandora's box) کھول دینے کی ضرب المثل استعمال کی جاتی ہے، اس کی بنیاد اسی پہلی عورت کی جانب سے وہ ممنوعہ مرتبان کھول دینے کا واقعہ ہے جس کے نتیجہ میں آنے والی تمام انسانیت کے لیے مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ پھر افروڈائٹ (Aphrodite) ایک دیوی (goddess) تھی جس کا شمار یونان کے بڑے خداوؤں میں ہوتا ہے۔ وہ نہایت مکار تھی اور اس کی حرکتیں شرمناک تھیں۔ وہ اپنی جنسیت کو اس انداز میں استعمال کرتی تھی جیسے عام عورتوں میں ایک طوائف (prostitute) کرتی ہے، یہاں تک کہ اسے طوائفوں کی دیوی (goddess of prostitutes) بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہیلن آف ٹرائے (Helen of Troy) یونانیوں کے سب سے بڑے خدا زیس (Zeus) کی بیٹی تھی جس نے اپنے شوہر کو کسی اور مرد کے لیے چھوڑ کر اپنے شوہر اور پورے شہر والوں کو شرمندہ کیا۔ ایسا کرنے سے وہ لاتعداد لوگوں کی موت کا سبب بھی بنی کیونکہ اس کا شوہر اس کی واپسی کے لیے جنگیں لڑتا رہا۔ عورت کے اسی مجموعی تصور کی بنیاد پر معاشرے کو عورت کے ہر طرح کے شر سے پاک رکھنے کی دلیل دیتے ہوئے یونان کے فلسفی، مؤرخ، سپہ سالار اور سقراط کے شاگرد زینفن

زینوفن (Xenophon, d. 355 BC) نے گھریلو معاملات پر مبنی اپنی کتاب "اواکنومی کس" (Oeconomicus) میں عورت کی تمام سیاسی معاملات سے مکمل علیحدگی کی بات کی۔

پانچویں صدی قبل مسیح میں قائم ایتھنز (Athens) کی شہری ریاست جس کو جمہوریت کی جائے پیدائش مانا جاتا ہے، وہاں بھی خواتین کو بہت کم حقوق حاصل تھے۔ انہیں شہری نہیں سمجھا جاتا تھا۔ عورتیں آزاد شدہ مرد غلاموں سے کم حقوق رکھتی تھیں۔ عورتوں کے لیے جائداد کی مالک بننے، وراثت میں حصہ دار بننے، ووٹ دینے یا ریاست میں کوئی کردار ادا کرنے کا تو سوال ہی نہ تھا۔ یونان میں عورت کے اسی مروجہ تصور کی وجہ سے ہی ارسطو (Aristotle, d. 322 BC) اپنی کتاب "جانوروں کی تاریخ" میں لکھتا ہے: "عورتیں زیادہ کمزور دل، زیادہ رونے دھونے والی، زیادہ حسد کرنے والی، جھگڑالو، شکایتیں کرنے کی شوقین اور زیادہ لڑاکا ہوتی ہیں۔ عورت مرد کے مقابلے میں ذہنی دباؤ اور مایوسی کا زیادہ شکار ہوتی ہے۔ وہ زیادہ بے شرم اور جھوٹی بھی ہے، زیادہ آسانی سے دھوکہ کھا جانے والی، اور زیادتی کو نہ بھولنے والی ہے۔ زیادہ نظر رکھنے والی، زیادہ فارغ رہنے والی، اور مجموعی طور پر مرد سے کم جوش و جذبہ رکھنے والی ہے۔ اس کے برعکس، مرد مدد کے لیے زیادہ تیار رہتا ہے، اور جیسا کہ کہا گیا ہے، عورت سے زیادہ بہادر ہے"۔

ارسطو کے شاگرد اسکندر اعظم (Alexander the great, d. 323 BC) نے جب موجودہ یونان میں قائم سلطنت مقدونیہ (Macedonian Kingdom) کا پھیلاؤ کیا تو 330 ق م کی دہائی میں فلسطین کے علاقے کو اس میں ضم کر لیا۔ یہ اہل تورات کے درمیان یونانی افکار اور فلسفے کے پھیلاؤ کا سبب بنا۔ تحریف شدہ بائبل میں عورت کے اس کمتر مقام کا ماخذ عورت سے متعلق یہی افکار بنیں جو یونانیوں کے یہاں عام تھیں۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل کے عہد نامہ قدیم (Old Testament) کی "کتاب پیدائش" (Book of Genesis) میں آدم اور حوا کا جو قصہ بیان ہوا ہے اس میں عورت کو ہی مرد کی گمراہی کا سبب قرار دیا گیا ہے اور عورت کے اسی گناہ کی پاداش میں آدم و حوا کو جنت سے بے دخل کیا گیا۔ یوں بائبل میں پہلی عورت (Eve) کو اسی طرح تمام مصیبتوں کی وجہ قرار دیا گیا جس

طرح یونانیوں کے یہاں پہلی عورت پینڈورا(Pandora) کو قرار دیا گیا تھا۔ بائبل میں درج ہے کہ جب سانپ نے پہلی عورت کو ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کے لیے ورغلایا:

"تو (عورت نے) اُس کے پَھل میں سے لِیا اور کھایا اور اپنے شَوہر کو بھی دِیا اور اُس نے بھی کھایا۔۔۔ تب خُدا نے آدم کو پُکارا اور اُس سے کہا۔۔۔ کیا تُو نے اُس درخت کا پَھل کھایا جِس کی بابت مَیں نے تُجھ کو حکم دِیا تھا کہ اُسے نہ کھانا؟ آدم نے کہا کہ جِس عَورت کو تُو نے میرے ساتھ کِیا ہے اُس نے مُجھے اُس درخت کا پَھل دِیا اور مَیں نے کھایا۔ تب خُدا نے عَورت سے کہا کہ تُو نے یہ کیا کِیا؟ عَورت نے کہا کہ سانپ نے مُجھ کو بہکایا تو مَیں نے کھایا۔۔۔۔ پھر خدا نے (سزا سناتے ہوئے) عَورت سے کہا کہ مَیں تیرے دردِ حمل کو بُہت بڑھاؤں گا۔ تُو درد کے ساتھ بچّے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شَوہر کی طرف ہو گی اور وہ تُجھ پر حُکومت کرے گا۔ اور آدم سے اُس نے کہا چُونکہ تُو نے اپنی بِیوی کی بات مانی اور اُس درخت کا پَھل کھایا جِس کی بابت مَیں نے تُجھے حکم دِیا تھا کہ اُسے نہ کھانا اِس لِئے زمِین تیرے سبب سے لَعنت کی مستحق ہُوئی۔ تُو اپنی عُمر بھر اُس کی پَیداوار مشقّت کے ساتھ کھائے گا"۔ (کتاب پیدائش، 3:6-18)

یوں یہ عورت ہی تھی جو اصل قصور وار تھی اور اس کی حمل اور زچگی کی تکلیف(labour pain) دراصل اس کی سزا کے طور پر ہے۔ اور مرد کو سزا اس وجہ سے ہے کہ اس نے اپنی بیوی کی بات مانی۔ اس وجہ سے مغرب میں مرد کا عورت کے ساتھ اس کی تکالیف سے متعلق احساس ہمدردی جاتا رہا۔ نیز اس کو یہ سبق ملا کہ وہ آئندہ اہم معاملات میں عورت کی بات ماننے سے بعض رہے۔

اسی طرح کیتھولک بائبل کی "کتاب سائریک"(Book of Sirach) میں لکھا ہے: "گناہ ایک عورت سے شروع ہوا، اور ہم سب کو اس کی وجہ سے مرنا ہے" (25:24)۔ ایک اور جگہ لکھا ہے: "مرد کی برائی عورت کی نیکی سے بہتر ہے" (42:14a)۔ اور مزید لکھا ہے: "جاہل بیٹا پیدا کر کے باپ ذلیل ہوتا ہے۔ لیکن بیٹی اس کے نقصان کے لیے ہی پیدا ہوتی ہے" (22:3)۔ یہ کتاب "بن سیرہ کی حکمت" (Wisdom of Bin Sira) کے نام سے بھی

مشہور ہے اور بائبل کے اس حصے میں شامل ہے جو یہودی و عیسائی علماء کے مبنی بر حکمت اقوال پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب قدیم ترین نسخوں میں سے ایک ہے جس کو 180-190 ق م کے دوران ایک یہودی مصنف بن سیرہ (Shimon Ben Jeshua Ben Sira) نے مصر کے شہر اسکندریہ میں تصنیف کیا تھا، جو اس وقت یونان کی ریاست مقدونیہ کا سب سے بڑا اور مرکزی شہر تھا جہاں پر یونانی تہذیب اپنے جوبن پر تھی۔ لہٰذا یہ بات قابل فہم معلوم ہوتی ہے کہ مصنف بن سیرہ نے برائے نام حکمت و دانائی کی یہ باتیں یونانی افکار سے مغلوب ہو کر مستعار لیں۔

عیسائیت میں یونانیوں سے مستعار شدہ عورت سے متعلق پست تصور، تحریف شدہ بائبل میں بہت واضح نظر آتا ہے۔ بائبل میں موجود آدم و حوا کے قصے کے علاوہ بائبل میں شامل سینٹ پال (Saint Paul, 5-65 CE) کے خطوط (epistles) سے بھی عورت کے اسی تصور کی حمایت ہوتی ہے۔ پال دوسرے شہر میں موجود اپنے ایک ماتحت ٹیمتھی (Timothy) کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ عورت کو مذہب کا معلم نہ بناؤ۔ اس کا کام ہے کہ بس چپ چاپ سنے۔ وہ اس لیے مذہبی تعلیم دینے کی حقدار نہیں کیونکہ "پہلے آدم بنایا گیا۔ اُس کے بعد حوّا۔ آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گنہگار ٹھہری" (First Timothy 2:11-15)۔ پھر عیسائیت کے قدیم اور جلیل القدر پادریوں نے عورت کے اس تصور میں مزید "نکھار" پیدا کیا۔ یہ وہ شخصیات تھیں جنھوں نے عیسائیت مذہب کے عقائد اور نظریات کو تشکیل دینے میں نمایاں ترین کردار ادا کیا ہے۔

لہٰذا قدیم عیسائی پادری ٹرٹلین (Tertullian, 155-220 CE) جسے عیسائیت کی لاطینی روایت (Latin/Catholic Christianity) کا بانی بھی کہا جاتا ہے، وہ اپنی کتاب "عورتوں کے لیے ضابطۂ لباس" میں جب عورت کے پردے پر بات کرتا ہے تو اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے نفرت بھرے انداز میں عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے: "کیا تم نہیں جانتیں کہ تم حوا ہو؟ وہ جنس جس پر خدا کا فیصلہ (یعنی قہر) اس زمانے میں بھی زندہ ہے، اس لیے ضروری ہے کہ تمہارا احساس جرم بھی زندہ رہے۔ تم شیطان کے لیے ایک دروازہ ہو۔۔۔ اور سب سے پہلے قانون الٰہی سے پیٹھ پھیرنے والی ہو۔ تم نے ہی اُسے بہکایا جسے شیطان بھی نہ بہکا سکا۔ تم نے بڑی آسانی سے خدا کی شبیہ (image of God) کو نقصان پہنچایا۔ وہ موت جس کی دراصل تم خود مستحق تھی، اس کی وجہ سے اب خدا کے

بیٹے (یعنی آدم) کو بھی مرنا ہے" (“On the Apparel for Women”)۔ ایک مغربی مصنف فلپ ویوین (Philip Vivian) نے 1911ء میں اپنی کتاب "The Churches and Modern Thought" میں عورت سے متعلق مختلف قدیم اور جدید عیسائی پادریوں کے اقوال کا ذکر کیا ہے۔ مثال کے طور پر سینٹ گریگری (St. Gregory of Nazianzus, 329-390 CE)، جس کو عقیدۂ تثلیث کا عالم (Trinitarian Theologian) گردانا جاتا ہے، وہ کہتا ہے: "اژدھا درشت (fierce) ہوتا ہے اور سانپ مکار، جبکہ عورت میں دونوں کی برائیاں موجود ہیں"۔ اور سینٹ جیروم (St. Jerome, 347-420 CE)، جو بائبل کے دنیا بھر میں سب سے زیادہ مقبول ورژن کی لاطینی زبان میں تدوین کرنے والا ہے، وہ لکھتا ہے: "عورت تمام شر کی جڑ ہے"۔

عورت سے منسلک عیسائیت کے خود ساختہ تصورات میں ایک یہ بھی شامل ہے کہ نکاح ایک کراہت آمیز رشتہ ہے، جبکہ نکاح کیے بغیر ضبط نفس پر عمل کرتے رہنا افضل ہے۔ اس تصور کے مطابق نکاح کو خدا کی قربت اور اخلاقی بلندی کے حصول میں مانع قرار دیا گیا۔ سینٹ پال کے خطوط پر مبنی بائبل کی ایک اور کتاب میں پال یونان کے شہر کورنتھ (Corinth) میں قائم چرچ کے نام اپنے ایک خط میں عیسائیوں کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتا ہے: "مَیں یہ چاہتا ہُوں کہ تُم (دنیا کی طرف سے) بے فِکر رہو۔ بے بیاہا شخص خُداوند کی فِکر میں رہتا ہے کہ کِس طرح خُداوند کو راضی کرے۔ مگر بیاہا ہُوا شخص دُنیا کی فِکر میں رہتا ہے کہ کِس طرح اپنی بِیوی کو راضی کرے" (First Corinthians 7:32-33)۔ ٹرٹلین (Tertullian, 155-220 CE) اس تصور کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے اپنی کتاب "عفت کی تلقین" میں لکھتا ہے کہ نکاح کو تب اچھا سمجھا جاسکتا ہے "اگر اس کا موازنہ بڑی برائیوں کے ساتھ کیا جائے"۔ اس کا کہنا ہے کہ اپنی بیوی اور کسی دوسری عورت کے لیے جنسی ہوس بنیادی طور پر ایک ہی شے ہے، اس لیے ازدواجی خواہش زنا کی خواہش کے مترادف ہے، لہٰذا روح کی پاکیزگی صرف عفت کی زندگی سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے (“Exhortation to Chastity”)۔ اسی طرح عقیدۂ تثلیث کے ایک اور مایہ ناز عالم سینٹ گریگری (St. Gregory of Nyssa, 335-395 CE) نے شادی کو گناہ اول کا نتیجہ قرار دے کر اس کی مذمت کرتا ہے۔ اس کا استدلال یہ ہے کہ اگر اس ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کا گناہ سرزد نہ ہوتا تو آدم و حوا اسی

پاکیزہ حالت میں ہمیشہ کے لیے جنت میں مقیم رہتے، تب کسی جنسی تعلق یا افزائش نسل کا کوئی سوال پیدا نہ ہوتا۔ لہٰذا، وہ لکھتا ہے:"یہ خدا کے ابتدائی ڈیزائن کا حصہ نہیں تھا کہ نسل کو جنسی اتحاد کے ذریعے جاری رکھا جائے۔ شادی گناہ کا نتیجہ ہے"۔ یوں چرچ کی جانب سے غیر شادی شدہ لوگوں کو خدا کے نیک بندے اور اچھے عیسائی، جبکہ شادی شدہ افراد کو دوسرے درجے کے عیسائی سمجھا جانے لگا ("Marriage, Sex, and Procreation", Steven Schafer, 2019 CE)۔ اگرچہ عیسائیت میں بعض پادری ایسے بھی گزرے جنھوں نے شوہر اور بیوی کے رشتے کی خصوصیات پر بات کی لیکن جو رائے عیسائی مذہب میں ہمیشہ سے غالب رہی وہ یہی تھی جس کا یہاں ذکر گزرا ہے۔

عیسائیت نے انسان کی فطری جبلت نوء کے خلاف یہ موقف اس وقت اپنایا جب یونان اور روم، جو عیسائیت کے اولین مخاطبین میں سے تھے، ان دونوں تہذیبوں میں اخلاقی برائیاں عروج پر تھیں۔ قدیم یونان جہاں پر طوائفوں کے کردار کی حامل ایفروڈائٹ (Aphrodite) نامی دیوی کو خدا کے طور پر پوجا جاتا ہو، اس معاشرے میں اخلاقی برائیوں کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ارسطو (Aristotle, d. 322 BC) کی کتاب "ایتھنز کے رہنے والوں کا آئین" (Constitution of the Athenians) سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم فروشی (prostitution) کو باقاعدہ ایک مستقل شعبے کی حیثیت حاصل تھی اور ارسطو طوائفوں کی اجرتوں کو ایک سطح سے بڑھنے سے روکنے کے ضوابط سے متعلق تجاویز پیش کرتا ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ اس معاشرے میں ہم جنس پرستی بھی عام تھی۔ متوسط عمر کے مردوں کے لیے نوعمر لونڈوں کو رکھنا ایک معمول کی بات تھی جن سے وہ جنسی تعلقات بھی استوار رکھے ہوئے ہوتے تھے۔ ارسطو نے اپنی کتاب "سیاست" (Politics) میں ہم جنس پرستی کو شہر کی آبادی پر قابو پانے کے لیے ایک ذریعے کے طور پر دیکھا ہے۔ اسی طرح رومیوں میں بھی جسم فروشی اور فحاشی کو معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر قدیم روم میں فلوریلیا (Floralia) کے نام سے ہر سال ایک تہوار منایا جاتا تھا جس میں روم کی دیوی فلورا (Flora) کے اعزاز میں پھولوں کی نمائش اور کھیلوں کے مقابلے منعقد کیے جاتے تھے۔ اس تہوار میں طوائفوں کا برہنہ رقص بھی منعقد کرایا جاتا تھا۔

البتہ یونانی فلسفے میں ایک مکتبہ ٔفکر سٹوئکس (Stoics) کا بھی تھا جس کا بانی زینو (Zeno, d. 262 BC) تھا۔ یہ مکتبہ ٔفکر جنسی تعلقات سے دوری اور ضبط نفس کو اہمیت دیتا تھا اور روح کے سکون کو سب سے اعلیٰ مقصد (summum bonum) گردانتے ہوئے اس کے حصول کے لیے یہ ضروری سمجھتا تھا کہ انسان کا اپنی تمام تر خواہشات پر قابو ہو، بجائے اس کے کہ انسان کی خواہشات انسان پر حکومت کرنے لگیں۔ سٹوئسزم (Stoicism) کے ایک مشہور فلسفی ایپکٹیٹس (Epictetus, 50–135 CE) کے مطابق "جنسی خواہشات ناپسندیدہ ہیں، کیونکہ وہ اپنے شکار کو محض اپنا غلام بناتی ہیں۔ جنسی خواہشات، جو روح کے سکون کے لیے سب سے بڑا خلل ہو سکتی ہیں، انہیں پورا کرنے سے افضل پرہیز گاری اختیار کرنا ہے۔ جنسی تعلقات کے ساتھ کسی بھی طرح کا واسطہ پڑنے سے گریز کرنا سب سے بہتر ہے، کیونکہ پریشان کن نتائج حاصل کیے بغیر کوئی بھی شخص کسی جنسی ساتھی کے چنگل میں نہیں پھنس سکتا" (“Ideas of the great philosophers”, William Sahakian, 1966 CE)۔ یہ بات معلوم ہے کہ سینٹ پال کا تعلق موجودہ ترکی کے جنوب میں واقع شہر ٹارسس (Tarsus) سے تھا، جو اس زمانے میں سٹوئک (Stoic) مکتبہ ٔفکر کا مرکز بھی تھا۔ لہٰذا یہ بات قابل فہم معلوم ہوتی ہے کہ سینٹ پال اور پھر اس کے بعد کے قدیم عیسائی پادریوں کا یہ موقف سٹوئکس (Stoics) سے متاثر کردہ ہو، جیسا کہ بعض مؤرخین کا ماننا بھی ہے۔ اور یہ ممکن ہے کہ عیسائیت کے علمبرداروں نے یونانی اور رومی معاشروں میں اس وقت پھیلی ہوئی جنسی بے راہروی کے پیش نظر، اس ضرورت سے زیادہ احتیاط پر مبنی موقف کو اختیار کرنے کو ترجیح دی ہو، جس کے مطابق نکاح کے تحت جنسی تعلقات کو بھی مکروہ قرار دیا گیا۔ لیکن اس سب کا نتیجہ یہ نکلا کہ عورت کا وجود عبث ہو کر رہ گیا۔ عبث اس لیے کہ جب نکاح ایک برائی ٹھہرا اور افزائش نسل کا ہونا خدائی اسکیم سے خارج قرار پایا تو بھلا ایسے معاشرے میں عورت کے وجود کا مقصد ہی کیا رہ جاتا ہے۔ اسی لیے عیسائیت کے پیٹرسٹک دور (Patristic Age) کا نامور ترین عالم سینٹ آگسٹین (St. Augustine, 354–430 CE) اسی الجھن کا اظہار کرتے ہوئے یہ لکھ کر بظاہر حق بجانب نظر آتا ہے کہ: "عورت کو تخلیق ہی کیوں کیا گیا؟"۔

چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں جب سلطنت روم نے عیسائیت کو ریاستی مذہب قرار دیا اور پھر جب سینٹ آگسٹین کی تحریروں کی بدولت بالآخر چرچ کو ریاستی سطح پر قوت اور اختیار حاصل ہوا تو عورت سے متعلق ایسے ہی تصورات نے یورپی معاشرے میں بھی عورت کی حیثیت کا تعین کیا۔ یوں عورت سے متعلق یہ تصورات رفتہ رفتہ پورے یورپی معاشرے میں راسخ ہو گئے۔ عورت کو شیطان کا روپ، حقیر اور غیر ضروری وجود سمجھا جانے لگا۔ عیسائیت میں رائج عورت کے تصور کو بیان کرتے ہوئے برطانیہ سے تعلق رکھنے والی نسائیت (Feminism) کی ایک سیاسی علمبردار رے سٹریچی (Ray Strachey, 1887-1940 CE) لکھتی ہے: "وہ نظریہ جس نے عورت پر ظلم کیا اور جس کے مطابق جنسی شہوت گناہوں میں سے سب سے زیادہ برا فعل قرار پایا، وہ اس بنیادی خطا (Original Sin) کا نظریہ تھا جو انسان کے سقوط (Fall of Man) کا سبب بنا۔ مکمل عفت (جو عورت سے علیحدگی کے ذریعے ممکن ہے) زندگی کی سب سے بڑی قدر ٹھہری۔ عورتوں پر لعنت کرنا لازمی ہوا کیونکہ ان کا وجود بھٹکنے کا سبب بنا۔ (اور یہ کہا جاتا تھا کہ) شیطان ہمیشہ عورت کی شکل میں ظاہر ہونے کو پسند کرتا ہے اور عبادت گزاروں نے اُس کو ہمیشہ اپنی خلوت گاہوں کے اندر اسی روپ میں دیکھا ہے۔ عورت کے بارے میں محض سوچنا بھی خطرناک تھا اور یہ مخلوق (دنیا کے لیے) بدنصیبی کے سوا اور کچھ نہیں"۔ (“Universal History of the World”, Vol-I, John Hammerton, 1939)

یورپی معاشرے میں عورت کی اس ثابت شدہ حیثیت نے یورپی علاقوں میں بعد کے ادوار میں رائج ہونے والے کرمنل لاز پر بھی اپنا گہرا اثر ڈالا۔ ایک برطانوی مصنفہ لکھتی ہے کہ چودھویں صدی عیسوی میں قرونِ وسطیٰ (Medieval Era) کے آخری دور میں برطانوی کریمنل لاء (English Criminal Law) کے اندر کامن سکولڈ (Common Scold) کے نام سے ایک سزا موجود تھی (“Sin, Speech, and Scolding in Late Medieval England", Sandy Bardsley, 2003 CE)۔ اس سزا کے مختلف طریقوں میں سے ایک رائج طریقہ یہ تھا کہ ایک لوہے سے بنی لگام (bridle) بنائی گئی تھی جسے گاسپ برائڈل (Gossip Bridle) کہا جاتا تھا۔ یہ سزا عموماً ان عورتوں کو دی جاتی تھی جو ضرورت سے زیادہ باتیں کیا کرتی تھیں یا جھگڑالو قسم کی ہوتی تھیں۔ عموماً

لگام کے اندر یا تو ایک کانٹا لگا ہوتا تھا یا بلیڈ جو منہ کھولنے یا بات کرنے کی کوشش کرنے پر زبان کو زخمی کر دیتا تھا۔ اس وجہ سے یہ آلہ اس سزا کے لیے نہایت معتبر سمجھا جاتا تھا تاکہ ایسی عورت کا منہ بند رکھا جا سکے۔ بعض اوقات ایسی عورتوں کی لگام کے ساتھ گھنٹی باندھ کر انہیں پورے شہر میں پریڈ کرائی جاتی تھی ۔ اس عمل کو شریوری (Charivari) کہا جاتا تھا۔ اس سزا کا مقصد جسمانی اذیت کے ساتھ ساتھ اس عورت کی تذلیل کرنا بھی ہوتا تھا تاکہ وہ دوبارہ ایسے رویے سے بعض رہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یورپ میں اس لگام کا استعمال سترویں صدی عیسوی تک ہوتا رہا۔

ظلم و جبر اور شدید گھٹن کے اس ماحول میں سب سے پہلے جس نے حقوق نسواں کے حق میں آواز بلند کی وہ برطانوی مصنفہ میری ولسٹن کرافٹ (Mary Wollstonecraft, 1759-1797 CE) تھی۔ اس نے اس زمانے میں عورتوں کے ووٹ دینے کے حق کے لیے آواز بلند کی جبکہ ابھی اس حق کے لیے اٹھنے والی سفرج تحریکوں (suffrage movements) کا آغاز ایک سو سال کے بعد جا کر ہونا تھا۔ تبھی ولسٹن کرافٹ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے وقت سے سو سال آگے تھی۔ اس نے اپنی کتاب "عورت کے حقوق کی توثیق" میں عورتوں کے لیے تعلیم کی اہمیت پر بھی زور دیا اور اس کا مقصد یہ بتایا کہ وہ اچھی مائیں بنتے ہوئے اپنے بچوں کی اچھی پرورش کر سکیں۔ وہ لکھتی ہے کہ تعلیم کے بغیر: "کیا ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ سمجھداری کے ساتھ ایک گھر چلا سکیں یا اپنے ان معصوم بچوں کا خیال رکھ سکیں جنہیں وہ اس دنیا میں لے کر آتی ہے؟" (“A Vindication of the Rights of Woman”, 1792 CE)۔ یہ وہ دور تھا جب کہ برطانوی انقلاب برپا ہوئے ایک سو سال سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا تھا لیکن اس کے باوجود عورت سے متعلق حکومتی نمائندگان کا تصور اب بھی اسی پسماندگی پر مبنی تھا۔ اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسی دور کا برطانیہ کا سیاستدان اور سفیر لارڈ چیسٹر فیلڈ (Philip Stanhope, 4th Earl of Chesterfield, 1694-1773 CE) اپنے بیٹے کو خط میں عورتوں سے متعلق خبردار کرتے ہوئے لکھتا ہے: "عورتیں بچوں کی ایک بڑھی ہوئی شکل ہیں۔۔۔ عقلمند آدمی صرف ان کے ساتھ معمولی بات کرتا ہے، ان کے ساتھ کھیلتا ہے۔ ان کی ہنسی مذاق اور جھوٹی تعریف کرتا ہے، جیسا کہ وہ ایک ہوشیار بچے کے ساتھ کرتا

ہے؛ لیکن وہ ان سے نہ تو سنجیدہ معاملات میں مشورہ کرتا ہے اور نہ ہی ان پر اعتماد کرتا ہے"("Books That Changed the World", Robert Downs, 2004 CE)۔

یہاں تک کہ فرانسیسی انقلاب کے برپا کرنے میں اہم کردار ادا کرنے والا روشن خیالی کے دور(Age of Enlightenment)کا مایہ ناز فرانسیسی فلسفی روسو(Jacques Rousseau, 1712-1778 CE) بھی جب عورتوں کی تعلیم کے حق میں بات کرتا ہے تو اسے عورت کا انفرادی حق نہیں بلکہ اس کا مقصد صرف مرد کا مفاد قرار دیتا ہے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے: "عورتوں کی تعلیم ہمیشہ مردوں کی نسبت سے (یعنی مردوں کے فائدے کے لیے)ہونی چاہیے۔ ہمیں خوش کرنے کے لیے، ہمارے لیے مفید ہونے کے لیے، ہمیں ان سے پیار کرنے اور ان کی قدر کرنے کے لیے، ہمیں جوان ہونے پر تعلیم دینے کے لیے، بڑے ہونے پر ہماری دیکھ بھال کرنے کے لیے، ہمیں نصیحت کرنے کے لیے، ہمیں تسلی دینے کے لیے، ہماری زندگیوں کو آسان اور راضی کرنے کے لیے: یہ عورتوں کے ہر وقت کے فرائض ہیں، اور یہ وہ ہے جو انہیں بچپن میں سکھایا جانا چاہیے"۔("On Education", Rousseau, 1762 CE)۔

انقلاب فرانس(1789-1799 CE)کے بعد یورپی عورت کی صورتحال:

انقلاب فرانس کے برپا ہونے کے بعد عورت کے قضیے کی پہلی چنگاری پیدا ہوئی۔ عورتوں نے سوچا کہ چونکہ شخصی آزادی(personal freedom)کا نظریہ ہر طرف پھیل رہا ہے اور عیسائیت کے ظلم سے بھی چھٹکارہ حاصل ہو گیا ہے تو اب ان کی زندگی بھی سہل ہو جائے گی اور انہیں بھی عام حقوق میسر آئیں گے۔ لیکن عیسائیت کی جگہ سرمایہ داریت نے لے لی۔ تو جہاں عورتوں کو گھروں سے نکلنے اور مردوں کے ساتھ کام کرنے کی اجازت ملی تو وہاں سرمایہ دار طبقے نے اس کا بدترین استحصال بھی کیا۔

عورت کا مسئلہ انقلاب فرانس کے بعد واقعاتی دنیا میں ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اس کا عملی ظہور صنعتی انقلاب(1760-1840 CE) کے بعد واقع ہوا جس نے مغربی معاشروں پر بالعموم اور نچلے طبقے پر بالخصوص

مصائب و آلام کے دروازے کھول دیے۔ سرمایہ دار طبقہ نے لوگوں کی بھوک و افلاس کو ناجائز استعمال کیا اور عورتوں کو انتہائی معمولی اجرتوں پر فیکٹری میں مشغول کیا۔ اس طرح مزدور پیشہ خاندان تباہی کی لپیٹ میں آ گیا۔ رے سٹر یچی (1887-1940 CE) صنعتی انقلاب کے دوران سرمایہ داریت کی جانب سے عورتوں کے ساتھ ہونے والے جسمانی استحصال کے بارے میں لکھتی ہے: "عورتیں کوئلے کی کانوں میں بوجھ سے لدی ہوئی ٹرالیاں زیر زمین مقام پر پہنچاتی تھیں، پھر بہت بھاری بوجھ کو سطح زمین پر منتقل کرتیں اور انتہائی بلند پیچ دار سیڑھیاں چڑھتی تھیں ("Universal History of the World", Vol-I, John Hammerton, 1939 CE)۔"

سرمایہ داروں نے چونکہ سرمائے کی زیادتی کے لیے پیداوار کی زیادتی پر زور دیا اور صنعتی انقلاب نے پیداوار بڑھانے والی مشینیں فراہم کر کے یہ ممکن بھی بنایا تو سرمایہ داروں کو مزدوروں کی زیادہ سے زیادہ ضرورت محسوس ہوئی۔ منافع کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی ہوس کو پورا کرنے کے لیے سستے مزدوروں (cheap labour) کا موجود ہونا ناگزیر تھا۔ لہٰذا جہاں غریب مردوں کو کم اجرتوں پر رکھا گیا وہاں معاشرے میں عورتوں کے مقام کو مد نظر رکھتے ہوئے انہیں اس سے بھی کم اجرت پر نوکریاں دی گئیں جو انہوں نے غنیمت جانتے ہوئے قبول کیں۔

البتہ غریب عورتوں کو وقتی طور پر کچھ نہ کچھ مادی فائدہ ضرور حاصل ہوا۔ انہوں نے کچھ کمانا شروع کر دیا اور یہ امکان پیدا ہوا کہ شاید عورت کی معاشرتی قدر و قیمت پہلے سے بہتر ہو جائے۔ یہ دیکھتے ہوئے سرمایہ داروں نے پروپیگنڈے کے ذریعے اس ظاہری فائدے کو خوب اچھالا اور اس معاشرتی تبدیلی کو "عورت کی آزادی" (women's freedom) کے نام سے موسوم کیا۔ صحافت میں یہ اصطلاح عام ہو گئی حالانکہ یہ دھوکہ دہی پر مبنی تھی۔ مختلف مصنفین نے اپنے اپنے مقاصد کے تحت اس کو زیادہ سے زیادہ راسخ کیا۔ ایک برطانوی یہودی سیاسی مفکر اور معیشت دان ہیرلڈ لیسکی (Harold Laski, 1893-1950 CE) کہتا ہے کہ یہ صنعتی انقلاب ہی تھا کہ جس نے عورتوں کے لیے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی راہ ہموار کی جس کے نتیجہ میں ان کے لیے اپنے باقی حقوق حاصل کرنا ممکن ہو سکا۔ وہ لکھتا ہے: "(پبلک لائف میں عورتوں کا داخلہ) اس وقت ممکن ہوا جب صنعتی تبدیلی نے عورتوں کی معاشی سرگرمیوں کو سماجی زندگی میں ایک معمول کی بات بنا دیا یہاں تک کہ اس حقیقت کو قبول کرنا اب ناگزیر ہو گیا اور اب

ان کے لیے تمام رکاوٹیں ہٹ گئیں۔ وہ پیشے جن میں عورتوں کا داخلہ ناممکن سمجھا جاتا تھا، اب انہیں عورتوں کے لیے کھول دیا گیا۔ سٹینو گرافر، مل چلانے والی، دکان چلانے والی (غرض یہ کہ ان پیشوں) میں محض (عورتوں کی بڑھتی ہوئی) تعداد نے ان کے لیے سیاست میں ان کے ووٹ کے حق کو ناگزیر بنا دیا۔"۔ ("Universal History of the World", Vol-I, John Hammerton, 1939 CE)

یہ وہ تصویر ہے جو بعض مصنفین نے پیش کی ہے لیکن معاملے کی عملی صورت حال اس سے یکسر مختلف تھی۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے عورت کے حوالے سے پیدا ہونے والے خطرات کی نشان دہی کی اور اُس پر آواز اٹھائی حتی کہ اُن میں کچھ عورتیں بذات خود شامل تھیں۔ برطانوی مصنفہ ایگتھا کرسٹی (Agatha Christie, 1890-1976 CE) اس صورتحال کے بارے میں لکھتی ہے: "جدید عورت بھولی بھالی ہے کیونکہ اُس کا معاشرتی مقام دن بدن بدسے بدتر ہورہاہے۔ ہم عورتیں غلط سمت کی طرف جارہی ہیں۔ ہم نے گزشتہ سالوں میں بڑی جدوجہد کی تاکہ کام کاج میں مردوں کے برابر حقوق حاصل کر سکیں۔ مرد بے وقوف نہیں ہیں وہ ہمیں حوصلہ دیتے رہے اور آگے بڑھاتے رہے۔ وہ یہ اعلان کرتے رہے کہ عورتوں کے کام کاج میں کوئی حرج نہیں۔ یہ بڑی غمزدہ بات ہے کہ ہم عورتیں اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ ہم صنف نازک ہیں لیکن پھر بھی ہم جان توڑ محنت اور پسینے میں مردوں کی برابری کرنا چاہتی ہیں جو فقط مردوں کے حصے میں تھی"۔("Secularism", Dr. Safar al-Hawali)۔

(جاری ہے۔۔۔)

فہرست

سوال وجواب: کوشش کرنا رزق کا سبب نہیں ہے

(عربی سے ترجمہ)

محمد الخطیب کے لئے

سوال:

آپ کی اجازت سے میں رزق کے بارے میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا کوشش کرنے سے تقدیر میں لکھے ہوئے رزق میں اضافہ ہو سکتا ہے؟ یعنی اگر ایک شخص گھر میں بیٹھا رہے یا کوئی کام کرتا رہے تو کیا اس کا رزق ایک جیسا ہی رہے گا ؟ یا پھر دوسرے لفظوں میں اپنے کام کی مارکیٹنگ (تشہیر) کرنے سے یا اس کو فروغ دینے سے لکھے ہوئے رزق میں اضافہ ہوتا ہے؟ شکریہ۔ براہ کرم جلد از جلد جواب عنایت کریں۔ اللہ ہمارے شیخ کی حفاظت فرمائے اور ان کی عمر دراز کرے۔

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایسا لگتا ہے کہ آپ کو رزق اور سعی کے موضوع میں کچھ ابہام ہے۔۔۔۔۔ بہر حال اس موضوع کی وضاحت خاص طور پر "الكراسة" کتابچے میں کی گئی ہے اور آپ اس موضوع کو وہاں سے سمجھ سکتے ہیں کیونکہ وہاں پر کافی تفصیل موجود ہے، لیکن میں یہاں پر آپ کے لئے کچھ خلاصہ بیان کر دیتا ہوں:

[جہاں تک رزق کا معاملہ ہے تو کثرت سے پائی جانے والی قطعی الدلالۃ آیات، قرآن پر ایمان رکھنے والے کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑتیں ماسوائے اس کے کہ وہ اس بات پر ایمان رکھے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے چاہے اسے عطا کرتا ہے۔ رزق کا معاملہ، تقدیر کے معاملے سے مختلف ہے۔ تقدیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی واقعہ کے وقوع پزیر ہونے سے پہلے ہی جانتے ہیں کہ یہ واقعہ وقوع پزیر ہو گا، لہٰذا اللہ نے اسے لکھ دیا اور مقدر کردیا، لیکن جہاں تک رزق کا تعلق ہے تو اس کا معاملہ صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پہلے سے ہی یہ جانتے ہیں کہ فلاں شخص کو اتنا رزق دیا جائے گا، لہٰذا اللہ نے اسے لکھ دیا اور اس کا مقدر کر دیا، بلکہ اس کے علاوہ یہ کہ، یعنی اس حقیقت کے علاوہ کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کو مقدر میں تو لکھ دیا ہے لیکن رازق پھر بھی وہی ذاتِ پاک ہے نہ کہ بندہ؛ یعنی رزق من جانب اللہ ہی ہے۔ اور اسی چیز کی طرف متعدد آیات دلالت کرتی ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

﴿لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى﴾

"ہم تم سے روزی نہیں مانگتے، بلکہ تمہیں ہم روزی دیتے ہیں اور (نیک) انجام اہلِ تقویٰ کا ہے"۔ (طٰہٰ؛ 20:132)

اور فرمایا،

﴿وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلاَلاً طَيِّباً وَاتَّقُواْ اللهَ الَّذِيَ أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ﴾

"اور جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔" (المائدہ؛ 5:88)

یہ آیات قطعیت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ ہی رزق دینے والا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے، جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق

تنگ کر دیتا ہے۔ ان سب میں رزق کو اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور ان میں یہ نکتہ بھی ہے کہ اس ذات کے سوا کوئی رازق نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہی رزق دیتا ہے اور یہ سند، سندِ حقیقی ہے۔۔۔

پس، اللہ کی طرف رزق کی نسبت حقیقی ہے اور کسی بھی آیت یا حدیث میں رزق کی نسبت انسان کی طرف نہیں کی گئی کہ انسان دوسرے انسان کو رزق دیتا ہے بلکہ تمام نصوص میں رزق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے اور جن نصوص میں دوسروں کو رزق دینے کی بات کی گئی ہے تو ان میں دوسروں پر اپنا مال خرچ کرنے کی بات ہو رہی ہے نہ کہ رزق دینے کے عمل کی۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿وَلاَ تُؤْتُواْ السُّفَهَاء أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّهُ لَكُمْ قِيَاماً وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ﴾

"اور بے عقلوں کو ان کا مال، جسے اللہ نے تم لوگوں کے لئے سببِ معیشت بنایا ہے، مت دو (ہاں) اس میں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو"۔ (النساء؛4:5)

اور مزید فرمایا،

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُوْلُواْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ﴾

"اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور محتاج آجائیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دیا کرو"۔ (النساء؛4:8)

پہلی آیت سے مراد یہ ہے کہ ان کو کھانا کھلاؤ اور دوسری آیت سے مراد ہے کہ ان کو اس رزق میں سے ادا کرو جو تمہیں ملا ہے، یعنی ان کو رزق میں سے ادا کرنے کا حکم ہے، اور یہ رزق کی طرف نسبت نہیں ہے۔ رازق کے معنی میں رزق کی نسبت، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے نہیں کی گئی ہے۔ لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ مختلف آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ؛ **﴿نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ﴾** **"ہم تمہیں رزق دیتے ہیں"**۔ (الانعام؛6:152)، اور فرمایا، **﴿وَرِزْقُ**

﴿**وَاسْأَلُوا**﴾...

رَبِّكَ﴾ "اور تمہارے رب کا رزق"۔(طٰہٰ؛20:131)،اور مزید فرمایا؛﴿**كُلُواْ وَاشْرَبُواْ مِن رِّزْقِ اللّهِ**﴾ **"اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو"**۔(البقرۃ؛2:60)

ان سب آیات میں رزق دینے کے عمل کو اللہ کی طرف سے منسوب کیا گیا ہے،اور اس کی سند اسی ذات کی طرف رکھی گئی ہے۔ اور اسی سے جو معنی نکلتے ہیں ان میں کوئی تاویل قطعی قبول نہیں ہو گی، اور وہ یہ کہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذاتِ مبارکہ ہی رازق ہے اور رزق صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

اس بنیاد پر یہ ضروری ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اللہ ہی تمام مخلوق کو رزق دیتا ہے،کیونکہ اس کے دلائل قطعی الثبوت بھی ہیں اور قطعی الدلالۃ بھی۔ پس اس بات پر ایمان لانا فرض ہے اور اس سے انکار کرنا کفر ہے، لہٰذا جو اس بات پر ایمان نہیں رکھتا کہ رازق اللہ ہے تو وہ کفر کرتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ بات ایمان اور دلائل کے حوالے سے رزق کے عطا کرنے کے مسئلہ سے متعلق تھی۔ لیکن جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں اس بات پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے کہ صرف وہی رازق ہے، تو اسی ذات نے انسان کو اس (عطا کردہ) رزق کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿**هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولاً فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ**﴾

"وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر دیا تو تم اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کے رزق میں سے کھاؤ"۔

(الملک؛67:15)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں؛

﴿**فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ**﴾

"پھر جب نماز ادا کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو"۔(الجمعہ؛62:10)

پس اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں رزق کے حصول کے لیے کوشش کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب ہم رزق کے حصول کے لیے کوشش کرنے کے حکم کو ان آیات کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں جن میں اللہ کے رازق ہونے کو بیان کیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے کا مطلب واضح ہو جاتا ہے اور اللہ کے رازق ہونے پر ایمان لانے کے معنی بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ اول الذکر آیات اللہ کے رازق ہونے کے بارے میں قطعی ہیں یعنی اللہ کی ذات ہی رزق عطا کرنے والی ہے اور انسان کا اس میں کچھ عمل دخل نہیں ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا دو آیات اس (عطا کردہ) رزق کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنے کا حکم دیتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کوشش کرنا رزق کا سبب نہیں ہے کیونکہ ہر سبب لامحالہ طور پر ایک وجہ پیدا کرتا ہے اور وہ خاص وجہ اپنے اس سبب کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ جیسے کہ چھری کاٹنے کا سبب ہے لہٰذا یہ کاٹتی ہے، آگ جلانے کا سبب ہے لہٰذا یہ جلاتی ہے۔ مطلب یہ کہ چھری کے بغیر یعنی تیز دھار آلے کے بغیر کاٹا نہیں جا سکتا، اور آگ یعنی آتش گیر مادے کے بغیر جلایا نہیں جا سکتا۔ یہ ہے سبب کی تعریف۔ پس اگر رزق حاصل کرنے کی کوشش کا کردار بھی اسی طرح کا ہوتا تو یہ کوشش کرنا رزق کا سبب ہوتی اور حقیقت یہ ہوتی کہ کوشش سے رزق حاصل ہو جاتا، جیسے چھری سے کاٹا جاتا ہے اور آگ سے جلایا جاتا ہے۔ لیکن کوشش کرنے کا رزق کے حصول میں اس طرح کا کردار نہیں ہے یعنی اس کا کردار ایسا نہیں ہے جیسے کاٹنے کے معاملے میں چھری کا ہے یا جلانے کے معاملے میں آگ کا ہے کیونکہ بعض اوقات کوشش کرنے کے باوجود بھی رزق حاصل نہیں ہوتا اور کبھی کبھار بغیر کوشش کئے بھی رزق حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی کبھی سبب ہونے کے باوجود اثر حاصل نہ ہو، اور کبھی سبب کے بغیر ہی اثر حاصل ہو جائے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی سبب کے علاوہ کسی اور وجہ سے اثر حاصل ہو جائے۔ یہ بات قطعی طور پر یہ ثابت کرتی ہے کہ کوشش کرنا رزق کا سبب نہیں ہے۔

حقیقی زندگی میں اس کی مثالیں بہت زیادہ اور وسیع ہیں۔ مثال کے طور پر ایک تاجر منافع کمانے کے لئے کافی جدوجہد کرتا ہے لیکن پھر بھی اسے نقصان ہو جاتا ہے یا منافع حاصل نہیں ہوتا، تو اس نے کوشش تو کی مگر رزق

حاصل نہیں ہوا۔ یعنی سبب تو موجود ہے لیکن اس سے وہ اثر حاصل نہیں ہوا اور چونکہ اس نے وہ اثر ہی پیدا نہیں کیا لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ (کوشش کرنا) اس کے لئے سبب نہیں ہے، کیونکہ سبب اثر کو لازمی پیدا کرتا ہے۔۔۔

نیز مال کے وارث کو بغیر کسی کوشش کے رزق مل جاتا ہے، پس اگر کوشش کرنا رزق کا سبب ہوتا تو بغیر کوشش کے مال حاصل نہ ہوتا، کیونکہ اثر کسی سبب کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بغیر جدوجہد کے وراثت کے ذریعے رزق مل جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ جدوجہد کرنا رزق کا سبب نہیں ہے، کیونکہ رزق کوشش کے بغیر بھی مل جاتا ہے۔۔۔۔

ان تمام باتوں سے حتمی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رزق تلاش کرنے کی کوشش کرنا رزق کا سبب نہیں ہے، یعنی کوشش کرنا رزق کو لانے والا سبب قطعی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس چھری کی طرح نہیں ہے جس نے کاٹ دیا اور نہ وہ آگ کی طرح ہے جس نے جلا دیا۔ لہٰذا کوشش وہ چیز نہیں ہے جو رزق لائے کیونکہ وہ اس کا سبب نہیں ہے۔۔۔]

پس رازق یعنی رزق عطا کرنے والی ذات صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہی ہے اور یہ ہمارے عقیدۂ ایمان کا حصہ ہے۔ لیکن بہر حال (اس عطا کردہ رزق کے لئے) سعی کرنا ایک شرعی حکم ہے۔ اگر آپ کوشش کریں گے تو آپ کو وہ رزق بھی ملے گا جو اللہ نے آپ کے لیے مقرر کیا ہوا ہے اور آپ کو اس رزق تلاش کرنے کی کوشش کرنے کا اجر بھی ملے گا۔ اور اگر آپ کوشش نہیں کریں گے تو آپ کو وہ رزق تو مل ہی جائے گا جو اللہ نے آپ کے لیے مقرر کیا ہے، لیکن آپ نے شرعی حکم کی خلاف ورزی کی کیونکہ آپ نے رزق تلاش کرنے کی جدوجہد نہیں کی جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

اور ان شاء اللہ یہ وضاحت کافی ہو گی ... جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ "الکراسۃ" کتابچے میں اس موضوع پر پوری تفصیل درج ہے، اس لیے اگر آپ کو مزید کچھ وضاحت درکار ہو تو آپ "الکراسۃ" کتابچے سے رجوع کر سکتے ہیں۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

آپ کا بھائی عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

27 صفر الخیر 1445ھ بمطابق 12 ستمبر 2023 عیسوی

فہرست

سوال وجواب: محمد بن سلمان اور یہودیوں کے مابین نارملائزیشن

(عربی سے ترجمہ)

سوال:

بی بی سی نیوز عربی نے 21 ستمبر 2023 کو اپنی ویب سائٹ پر نشر کیا: (امریکی فاکس نیوز نیٹ ورک کے ساتھ ایک انٹرویو کے دوران، جس کے اقتباسات بدھ کو نشر کیے گئے تھے، سعودی ولی عہد نے اعلان کیا کہ سعودی عرب اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پہ لانے کی طرف "پیش قدمی کر رہا ہے"۔ انہوں نے کہا: "ہم اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کے مقصد میں ہر گزرتے دن کے ساتھ قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں"۔ انہوں نے مزید کہا، "اس مقام تک پہنچنے کے لیے صدر بائیڈن کی انتظامیہ کی حمایت حاصل ہے..."۔ ایک یہودی وفد سعودی عرب میں پہلے ہی عوامی طور پر شرکت کر چکا ہے: (اسرائیلی حکام نے ریاض میں اقوام متحدہ کی تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی تنظیم (UNESCO) کے اجلاس میں شرکت کے لیے سعودی عرب میں ایک سرکاری وفد کی موجودگی پر خوشی کا اظہار کیا اور اسے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کی طرف پہلے قدم سے تعبیر کیا۔ فرانس 24، 11 ستمبر، 2023)۔ کیا سعودی عرب غداری پر مبنی عرب معاہدوں پر عمل کرنے والا ہے اور یہودی وجود کے ساتھ تعلقات استوار کرنے والا ہے؟

جواب:

جواب کو واضح کرنے کے لیے، ہم درج ذیل امور کا جائزہ لیں گے:

اول: گردش کرنے والی خبروں کے مطابق، تعلقات کو معمول پر لانے کے عمل میں یہودی وجود، سعودی عرب اور امریکہ فریق ہیں، اور ان تینوں فریقوں سے متعلق کچھ حقائق یہ ہیں:

1- یہودی وجود، عرب اور اسلامی خطے میں کسی بھی ملک کے ساتھ تعلقات کے معمول پر آ جانے کو، یہودی وجود کے بطور وجود استحکام کے لیے اور اسے اپنی خواہشات کے مطابق "پائیدار" بنانے کے لیے بہت بڑی کامیابی سمجھتا ہے۔ لہٰذا یہودی وجود کی تمام حکومتیں کوئی ایسا راستہ تلاش کرنے کی دوڑ میں لگی ہوئی ہیں جس کے ذریعے وہ اسلامی ممالک اور بالخصوص عرب ممالک میں اثر و رسوخ قائم کر سکیں۔

2- چونکہ سعودی عرب خطے کی ان حکومتوں میں سے ایک ہے جو پورے فلسطین کی آزادی کے لیے یہودیوں سے جنگ نہیں چاہتے، لہٰذا سعودی حکومت، کچھ عرصے سے یہودی وجود کے ساتھ خفیہ طور پر بعض رابطے رکھے ہوئے ہے۔ اس لیے سعودی عرب کو اصولی طور پر یہودی وجود کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ درحقیقت یہ سعودی عرب کے سابق بادشاہ عبداللہ بن عبدالعزیز السعود ہی تھا جس نے 2002 میں عرب سے 'خیانت' کے اقدامات کا آغاز کیا تھا اور اب تک سعودی عرب مسلسل اس پر قائم رہنے کا اعلان کرتا آ رہا ہے۔

3- جہاں تک اس معاملے میں امریکہ کے کردار کا تعلق ہے تو تمام تر امریکی انتظامیہ کئی دہائیوں سے یہودیوں اور ان کے عرب حکمران ہمسایوں کے درمیان (امن) کے لیے کام کر رہی ہے تاکہ یہودی وجود کو مستحکم کیا جا سکے، اسے خطے میں ضم کیا جا سکے، اور اس کی عدم قبولیت کو ختم کیا جا سکے۔ اس معاملے پر دونوں امریکی جماعتوں (ڈیموکریٹ اور ریپبلکن) میں کوئی اختلافِ رائے نہیں ہے۔

دوم: تینوں فریقوں کی جانب سے تعلقات کو معمول پر لانے کی فضاء قائم کر لینے کے باوجود یہ مسئلہ بڑی سیاسی پیچیدگیوں سے لبریز ہے:

1- 2015 میں ایران کے ساتھ جوہری معاہدے کی عوامی سطح پر مخالفت کرنے اور امریکی کانگریس کو اس معاہدے کے خلاف اکسانے کے نتیجے میں نیتن یاہو ایرانی جوہری معاملے پر اس وقت کے امریکی صدر، اوباما کی پالیسی کے مخالف ہو گئے تھے اور یہ بات امریکن ڈیموکریٹک پارٹی کے ساتھ یہودی وجود کے تعلقات کو خراب کرنے کا باعث بنی رہی۔ پھر جب صدر ٹرمپ اور ان کی ریپبلکن انتظامیہ 2017 کے آغاز میں واشنگٹن میں برسرِ اقتدار آئی تو

واشنگٹن میں یہودی وجود اور ریپبلکن انتظامیہ کے درمیان تعلقات میں بہتری آگئی اور ریپبلکن انتظامیہ نے یروشلم کو یہودی وجود کے دارالحکومت کے طور پر تسلیم کیا، اور امریکی سفارت خانے کو یروشلم منتقل کر دیا گیا، اور ساتھ ہی گولان کا الحاق بھی کر دیا گیا۔ پھر جب 2021 کے اوائل میں بائیڈن کی قیادت میں ایک نئی ڈیموکریٹ انتظامیہ اقتدار میں واپس آئی تو تل ابیب اور واشنگٹن کے درمیان تعلقات ایک بار پھر سرد مہری کا شکار ہو گئے۔ یہاں تک کہ بائیڈن انتظامیہ نے تعلقات کو دوبارہ ترتیب دینے تک، وائٹ ہاؤس میں نیتن یاہو کا استقبال کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ نیتن یاہو کے انتخابی وعدوں میں سعودی عرب کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانا بھی شامل تھا اور حال ہی میں نیتن یاہو اور محمد بن سلمان کے درمیان حقیقی رابطوں کی موجودگی کا انکشاف ہوا ہے۔[(اسرائیلی اخبار "یروشلم پوسٹ" نے بروز پیر 2023/5/22 کو خبر دی کہ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے گزشتہ ہفتوں کے دوران سعودی ولی عہد سے دوبار فون پر بات کی... اور ریاض نے اسرائیل کو مسئلہ فلسطین سے متعلق مطالبات کی ایک فہرست پیش کی ہے۔(عرب پوسٹ، 23مئی، 2023)]

2-ٹرمپ انتظامیہ کی جانب سے سعودی عرب میں امریکی ایجنٹ محمد بن نائف کو اقتدار سے ہٹا کر دوسرے ایجنٹ محمد بن سلمان کو اقتدار سونپنے کے بعد سے محمد بن سلمان کی زیر قیادت موجودہ سعودی حکومت امریکہ کے حق میں سب سے زیادہ تابعدار سمجھی جاتی ہے۔ یہ 2017 کے وسط میں ہوا تھا، یعنی واشنگٹن میں ٹرمپ کی ریپبلکن انتظامیہ کے اقتدار سنبھالنے کے چھ ماہ بعد۔ یہی وجہ ہے کہ محمد بن سلمان کی حکومت امریکہ کی بہت مطیع ہے لیکن اس کا زیادہ جھکاؤ، پہلے توریپبلکن اور پھر ٹرمپ کی جماعت کی طرف رہا ہے۔ لٰہذا محمد بن سلمان کی حکومت نے امریکہ میں ٹرمپ کی جماعت کی جانب سے خفیہ حوصلہ افزائی پا کر بائیڈن سے منہ موڑ لیا اور بائیڈن انتظامیہ نے بھی بدلے میں وہی کیا۔ خاشقجی قتل کے تناظر میں بائیڈن نے اعلان کیا کہ وہ محمد بن سلمان سے مصافحہ نہیں کریں گے۔

3-امریکہ میں پائی جانے والی شدید اور خطرناک تقسیم کی موجودگی میں بائیڈن انتظامیہ، 2021 میں، امریکہ میں برسر اقتدار آئی، اور یہ تقسیم اب بھی مجموعی طور پر امریکہ کی سیاسی زندگی کا مرکز ہے۔ پس دونوں مخالف جماعتیں (ڈیموکریٹ اور ریپبلکن)، اپنے درمیان پائے جانے والے تنازعات کے وسیع اندرونی اور بیرونی میدان میں

کھل کر ایسے آمنے سامنے آگئے جس کے نتیجے میں بین الاقوامی میدان میں موجود امریکی ایجنٹ اور پیروکار بھی تقسیم ہوگئے اور امریکہ کی اندرونی کشمکش میں ایک فریق کے خلاف اور دوسرے فریق کے فائدے کے لیے کام کرنے لگے۔ مثال کے طور پر 2022 میں کانگریس کے انتخابات کے دوران ڈیموکریٹس کو دھچکا لگانے کے لیے سعودی عرب نے روس کے ساتھ مل کر تیل کی پیداوار میں کمی کرنے کا اعلان کیا، اور مثال کے طور پر نیتن یاہو کی اقتدار میں واپسی کے بعد یہودی وجود کی طرف سے، ایران کے ساتھ جوہری معاہدے میں امریکہ کی واپسی کے خلاف، پرزور بیانات جاری کیے گئے۔ یہ وہ معاملات ہیں جن سے ریپبلکن پارٹی اور ٹرمپ کی جماعت دوبارہ اقتدار میں واپس آنے کے لیے فائدہ اٹھا رہی ہیں، اور اسی وجہ سے بائیڈن انتظامیہ نے محسوس کیا کہ، 2022 کے آخر میں نیتن یاہو کے اقتدار میں واپس آنے کے بعد سے یہودی وجود کے ساتھ سعودی عرب کے تعلقات کو معمول پر لانے کا منصوبہ اس کے قابو میں نہیں ہے۔

سوم: امریکہ نے سعودی عرب کے ساتھ اپنے تعلقات کا از سر نو جائزہ لیا اور اس میں گرمجوشی بحال کی۔ اس نے یہودی وجود کے اندر بھی اپنے روابط کو مضبوط کیا، لیکن بااثر قوت کے طور پر ایک مؤقف کے ساتھ۔ اس سب کا مقصد یہ تھا کہ سعودی عرب اور یہودی وجود کے مابین تعلقات کو معمول پر لانے کا منصوبہ ان کے قابو میں ہی رہے اور وہ ریپبلکنز کے ہاتھوں میں نہ کھیلتے رہیں:

1- محمد بن سلمان کی حکومت کی جانب سے 2022 میں تیل کی پیداوار میں کمی کو ایک ماہ کے لیے ملتوی کرنے کی بائیڈن انتظامیہ کی درخواست کو مسترد کرنے کے بعد، بائیڈن انتظامیہ کو ٹرمپ کی جماعت اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات کی گہرائی کا احساس ہوا، اس لیے بائیڈن انتظامیہ نے فوری طور پر سعودی عرب پر اپنی تنقید کو کم کرنا شروع کر دیا۔ بائیڈن کے محمد بن سلمان سے مصافحہ نہ کرنے کے اصرار پر اور مٹھی سے ہاتھ ملانے پر، اور محمد بن سلمان سے نجی ملاقات سے انکار کر کے، شاہ سلمان کی قیادت میں سعودی وفد میں ان سے ملاقات کرنے کی وجہ سے امریکہ میں ریپبلکنز نے صدر بائیڈن کا مذاق اڑایا اور ایندھن کی قیمتوں میں اضافے کے لیے بائیڈن کی پالیسی کو ذمہ دار ٹھہرایا۔

2- امریکی قومی سلامتی کے مشیر جیک سلیوان نے سعودی عرب کا دورہ کیا اور سعودی ولی عہد محمد بن سلمان سے گرمجوشی سے ملاقات کی۔ اور ایک جمود کے بعد سعودی عرب میں امریکی عمل دخل کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا، اور اس کا اظہار سوڈان سے امریکیوں کے انخلاء پر سعودی عرب کا شکریہ ادا کرنے، یمن میں پیش رفت کے حوالے سے امریکہ سے مشاورت کرنے، سعودی عرب کو امریکی سیاست اور ہندوستان کو دنیا سے جوڑنے میں ایک اہم کردار دینے کی صورت میں کیا گیا۔ (فرانس-24، 2023/5/8)۔

3- امریکی سیکرٹری آف اسٹیٹ، بلنکن، کا سعودی عرب کا دورہ: (امریکی سیکرٹری آف اسٹیٹ، بلنکن نے دونوں ممالک یعنی دو اسٹریٹجک اتحادیوں کے درمیان ہم آہنگی اور شراکت داری پر زور دیا۔ کانفرنس کے دوران، دونوں وزراء نے 'شام' کی عرب لیگ میں واپسی، سوڈانی بحران، اور اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے جیسے امور پر بات کی۔ فرانس-24، 2023/9/6)۔

4- ایران-سعودی کشیدگی کو دور کرنا: 1 اپریل، 2023 کے سوال (سعودی ایرانی اتفاق رائے) کے جواب میں اسکی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ سعودی عرب جانتا ہے کہ اس کی حکمرانی کے استحکام کے لیے یہ معاہدہ بہت اہمیت کا حامل ہے، اور امریکہ یہ اعلان کر رہا ہے کہ چین، سعودی عرب اور ایران کے ساتھ جو کچھ کر رہا ہے وہ اس سے آگاہ ہے۔ امریکہ نے 8 مئی، 2023 سے سوڈانی فوج اور ریپڈ سپورٹ فورس کے درمیان جدہ میں جنگ بندی کے مذاکرات میں اس کے ساتھ شرکت کر کے سعودی عرب کی حیثیت کو بھی بلند کیا۔

5- 9 ستمبر 2023 کو ہندوستان میں منعقد ہونے والے G20 سربراہی اجلاس میں، سعودی عرب اور یہودی وجود کے ذریعے ہندوستان کو یورپ سے جوڑنے والے یعنی ہندوستان سے مشرقی سمندری خطوط اور مغرب سے یورپ تک، ایک درمیانی زمینی لائن کے بائیڈن اقتصادی راہداری کے منصوبے میں سعودی عرب ایک اہم عنصر کے طور پر اُبھر کے سامنے آیا۔ [سعودی عرب نے شروع میں ہی ہندوستان کے ساتھ تقریباً 100 بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کرنے پر اتفاق کیا۔ (الجزیرہ نیٹ، 11 ستمبر، 2023)]۔ ڈیموکریٹ پارٹی کی حکومت ہونے کے باوجود یہ سب

کچھ بائیڈن انتظامیہ کی پالیسیوں میں محمد بن سلمان کی بڑھتی ہوئی شمولیت کی دلیل ہے، چاہے وہ ریپبلکنز کے ساتھ تعلقات کو منقطع نہ بھی کرے!

6- بائیڈن انتظامیہ محمد بن سلمان کی حکومت اور یہودی وجود کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے پر بات چیت کر رہی ہے۔ اور اس کے ذریعے وہ سعودی عرب اور یہودی وجود کے درمیان کسی بھی امن معاہدے کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہے تاکہ امریکی انتخابات میں وہ اس کا فائدہ اٹھائے اور ریپبلکن پارٹی اور ٹرمپ کی جماعت اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھاسکے اور خاص طور پر آئندہ انتخابات میں اس معاملے کو استعمال کرتے ہوئے یہودی لابی کو ٹرمپ اور ریپبلکنز سے دور کر کے پہنچنے والے ممکنہ نقصان کو اپنے حق میں اثر ورسوخ کا باعث بنادے۔

7-بائیڈن انتظامیہ سعودی عرب کے ساتھ امن معاہدے کے لیے نیتن یاہو کی حکومت پر دباؤڈال رہی ہے:
[اسرائیل میں امریکی سفیر، تھامس نائیڈز Thomas Nides نے انکشاف کیا تھا کہ امریکہ اسرائیل اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اور دو امریکی حکام نے امریکی ویب سائٹ Axios کو بتایا کہ اس سے پہلے کہ صدر جو بائیڈن اپنی صدارتی مہم میں مصروف ہو جائیں، وائٹ ہاؤس اگلے چھ سے سات ماہ کے اندر ریاض اور تل ابیب کے درمیان ایک معاہدے تک پہنچنے کے لیے دباؤڈالنا چاہتا ہے۔(عربی پوسٹ، 23 مئی، 2023)]۔ یہودی میڈیا نے بھی یہودی وجود کے وزیر خارجہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا، "اسرائیل سعودی عرب کے ساتھ امن معاہدے کے حصول کے لئے ماضی کی نسبت اب کہیں زیادہ قریب ہے"۔ (BBC، 22 اگست، 2023)۔

8- لیکن نیتن یاہو دوسرے زاویے سے جانتا ہے کہ بائیڈن انتظامیہ سعودی عرب کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے والے معاملے کے ساتھ سنجیدگی سے منسلک ہوگئی ہے اور اس سمت میں بائیڈن انتظامیہ کے بغیر کوئی بھی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا۔ لہٰذا، نیتن یاہو نے 17 اگست 2023 کو ایک وفد واشنگٹن بھیجا، جس کی سربراہی اس کے انتہائی قابل اعتماد اور یہودی وجود کے اسٹریٹجک امور کے وزیر رون ڈرمر Ron Dermer نے کی، اور اس نے

امریکی حکام سے براہ راست سعودی عرب کے معاملے سے متعلق بات چیت کی، جن کے نام یہ ہیں:(وائٹ ہاؤس کے قومی سلامتی کے مشیر، جیک سلیوان، امریکی صدر کے مشرق وسطیٰ کے پہلے مشیر، بریٹ میک گرک Brett McGurk، اور صدر کے توانائی کے سینئر مشیر، آموس ہوچسٹین Amos Hochstein، یہ وہ تین امریکی اہلکار ہیں جو اسرائیل اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کے مقصد سے کی جانے والی سفارتی کوششوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔(بی بی سی، 22 اگست، 2023)۔ اس طرح، نیتن یاہو نے سعودی عرب کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کے لیے بائیڈن کا رخ کیا ہوا ہے۔

9- پھر آخر کار، 20 ستمبر، 2023 بروز بدھ کو ایک سوال میں محمد بن سلمان کے بیان کا ذکر ہے کہ:(امریکی فاکس نیوز نیٹ ورک کے ساتھ ایک انٹرویو کے دوران، جس کے اقتباسات بدھ کو نشر کیے گئے تھے، سعودی ولی عہد نے اعلان کیا کہ سعودی عرب اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کی طرف "پیش قدمی کر رہا ہے"۔ انہوں نے کہا: "ہم اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کے مقصد میں ہر گزرتے دن کے ساتھ قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں"۔ ولی عہد محمد بن سلمان نے مزید کہا، "اس مقام تک پہنچنے کے لیے صدر بائیڈن کی انتظامیہ کی حمایت حاصل ہے جبکہ فلسطین کا مسئلہ ہمارے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہمیں اس معاملے کو حل کرنے کی ضرورت ہے جس کی بابت ہمارے درمیان ابھی تک مذاکرات جاری ہیں۔ ہمیں دیکھنا ہو گا کہ یہ معاملہ کون سا رخ اختیار کرتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ معاملہ ایسی جگہ پر پہنچے گا جہاں فلسطینیوں کے لیے زندگی آسان ہو جائے گی اور اسرائیل مشرق وسطیٰ میں ضم ہو جائے گا"۔ دوسری جانب، اسرائیلی وزیر خارجہ ایلی کوہن Eli Cohen نے جمعرات کو کہا کہ اسرائیل اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات قائم کرنے کے لیے امریکہ کی ثالثی میں ایک فریم ورک معاہدہ اگلے سال کے آغاز تک مکمل ہو سکتا ہے۔۔۔)

چہارم: ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ سعودی عرب کے حقیقی حکمران، محمد بن سلمان کا اپنے معاملات پر زیادہ کنٹرول نہیں ہے۔ اور وہ ریپبلکنز، جو کہ اسے ریاض میں اقتدار میں لے کر آئے، اور ان کے حریف ڈیموکریٹس کے درمیان کٹھ پتلی بنا ہوا ہے۔ وہ ایک فریق یا دوسرے فریق کی خواہشات کا جواب سعودی مفاد کے نقطۂ نظر سے

نہیں بلکہ خیانت کرتے ہوئے اور بطور غلام دیتا ہے۔ عرب اور مسلم حکمران اپنے آقاؤں کی اطاعت میں کسی حد کو نہیں پہچانتے اور بیشک مسلم ممالک کے حکمران یہ بھول چکے ہیں کہ فلسطین اور اس کے گردونواح کی سرزمین، ایک بابرکت سرزمین ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ **"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں"** (بنی اسرائیل: 1)۔ پس، مسلمانوں کی افواج پر واجب ہے کہ وہ اس ارضِ مقدس کو یہودیوں کے مکروہ عزائم سے آزاد کرنے اور پاک کرنے کے لیے حرکت میں آئیں، نہ کہ فلسطین کو یہودیوں کے سامنے نارملائزیشن، اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کی وجہ سے سونے کی طشتری میں پیش کر دیں۔

بہرصورت فلسطین اسی طرح پاکیزہ اور بابرکت لوٹے گا جیسا کہ خلافتِ راشدہ کی قیادت میں حق کے علمبردار مسلمانوں کے لشکروں کی تلواروں کے دور میں تھا۔ تب پھر یہودیوں اور ان کے حامیوں کا ہجوم شکست کھا جائے گا اور پیٹھ پھیر لے گا، اور ان کے دلوں میں خوف طاری ہو جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک پتھر کے پیچھے چھپ جائے گا جو اس یہودی کو اپنے پیچھے چھپانے سے زیادہ اسے سامنے ظاہر کر دے گا!! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا: «لَتُقَاتِلُنَّ الْيَهُودَ فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ حَتَّى يَقُولَ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هَذَا يَهُودِيٌّ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ» **"تم یہودیوں سے ضرور لڑو گے اور انہیں ضرور قتل کرو گے یہاں تک کہ ایک پتھر یہ کہے گا کہ اے مسلمان، یہ یہودی ہے، تو آؤ اور اسے قتل کر ڈالو"**۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ «هَذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي» **"یہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہے"**۔ اس کی سند بھی وہی ہے اور اسے مسلم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ جلد ہی ہو گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَرِيباً﴾ **"اور وہ کہتے ہیں، یہ کب ہو گا؟ کہہ دو، کہ یہ جلد ہی ہو جائے گا"** (بنی اسرائیل: 51)۔

پھر جن لوگوں نے یہودیوں سے تعلقات کو معمول پر لاکر جرم کیا ان کو سوائے رسوائی اور دردناک سزا کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،

﴿سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾

"عنقریب مجرموں کو ان کے مکروفریب کے بدلے میں اللہ کے ہاں ذلت اور شدید عذاب پہنچے گا"(الانعام:124)

10ربیع الاول1445ھ

بمطابق 25 ستمبر، 2023عیسوی

فہرست

سوال وجواب: جس کو رکاز (مدفون خزانہ) ملے وہ اس میں سے پانچواں حصہ دے

(عربی سے ترجمہ)

ابو احمد کیلئے

سوال:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور درود وسلام ہو ہمارے آقا احمد ﷺ پر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرا تعلق فلسطین سے ہے۔ یہاں کچھ لوگ ہیں جو دوسروں کی زمینوں میں قیمتی اشیاء تلاش کرتے ہیں۔ اگر ان کو عثمانی خزانہ ملے جس کو 1916ء میں عثمانی ریاست نے چھپایا تھا اور اب ان کو ترکوں کے حوالے نہیں کیا جاسکتا تو جس نے مال ڈھونڈ لیا، اس کو بھی حصہ ملے گا یا صرف زمین کے مالک کو ہی اس خزانے کی حفاظت کرنے کی اجرت ملے گی؟ کیا اس مال کو، جو کہ اصل میں ریاست کا ہے، سب کے سب فقراء کو دے دیا جائے یا صرف پانچویں حصے کو؟ آپ کا شکریہ، اللہ آپ کی مدد کرے اور اللہ آپ کی اور مخلصین کی حفاظت کرے۔

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

ہم نے اس سے قبل بھی اس سے ملتے جلتے سوال کا جواب ایک سے زائد بار دیا ہے۔ میں اس میں سے آپ کے لیے نقل کرتا ہوں:

1۔ 8 اگست 2013ء کے سوال کے جواب میں سے:

(۔۔۔جہاں تک سوال کے دوسرے حصے کا تعلق ہے جو رکاز (مدفون خزانے) کے بارے میں ہے، جس کو رکاز (مدفون خزانہ) ملے اس میں سے پانچواں حصہ واجب الادا ہے جس کو وہ اسلامی ریاست کے حوالے کرے گا، جس کو مسلمانوں کے فوائد کی مد میں رکھا جائے گا اور باقی چار حصے اسی کے ہیں جس کو رکاز (مدفون خزانہ) ملا مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس کو رکاز (مدفون خزانہ) کسی دوسرے کی زمین میں نہ ملا ہو۔

لیکن اگر اسلامی ریاست موجود نہ ہو جیسا کہ آج ہے، تو جس کو رکاز (مدفون خزانہ) ملا ہو وہ اس میں سے پانچواں حصہ فقراء و مساکین اور مسلمانوں کے فائدے کے لیے نکالے گا۔۔۔ اور حق داروں کو تلاش کرے گا، باقی چار حصے اس کے اپنے ہیں۔

جہاں تک اس کی دلیل کی بات ہے:

ا۔ رکاز زمین میں دفن کیا ہوا مال ہے، چاہے چاندی ہو یا سونا، جواہرات ہوں یا موتی یا کوئی اور چیز جیسے زیورات، اسلحہ، چاہے گزشتہ اقوام کی جانب سے دفن کیا گیا خزانہ ہو جیسے مصری، بابلی، آشوری، ساسانی، رومانی، یونانی وغیرہ، نقدی ہوں، زیورات ہوں، جواہرات ہوں جو ان کے بادشاہوں اور اکابر کی قبروں میں ملتے ہیں، یا ان کے پرانے تباہ شدہ شہروں کے کھنڈرات میں، یا سونے اور چاندی کی نقدی ہو جو کسی مٹکے وغیرہ میں رکھ کر زمانہ جاہلیت یا قبل اسلامی دور میں کہیں زمین میں دفنا دیا گیا ہو۔ یہ سب رکاز ہے۔

رکاز لفظ رَكَزَ، يَركُزُ سے ماخوذ ہے جیسے غَرَزَ، يَغرزُ، "جب چھپ جائے"، کہا جاتا ہے: ركز الرمح "نیزہ چھپ گیا" یعنی جب نیزہ زمین میں پیوست ہوتا ہے۔ اسی سے الرِّكز "سرگوشی" ہے جو چھپی ہوئی آواز ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ **"یا تم ان کی کوئی آہٹ سنتے ہو؟"** (سورۃ مریم: 98)۔

معدنیات وہ ہیں جن کو اللہ نے زمین میں اس دن پیدا کیا جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، جیسے سونا، چاندی، تانبا، پیتل وغیرہ۔ المعدن لفظ عَدَنَ سے ماخوذ ہے، یعنی "ٹھہر گیا" يعدن "ٹھہرتا ہے"۔ اسی سے جنتِ

عدن ہے؛ کیونکہ یہ ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔یوں معدنیات اللہ کی تخلیق ہے، انسان کا دفنایا ہوا نہیں، اس لیے یہ رکاز (مدفون خزانے) سے الگ ہے؛ کیونکہ رکاز بندے کا دفنایا ہوا ہوتا ہے۔

ب۔ (محدود) معدنیات اور رکاز کے بارے میں اصول رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **«العجماءُ جرحها جُبار، وفي الركاز الخمس»** **"جانوروں کے زخم کی دیت نہیں اور رکاز میں خُمس (پانچواں حصہ) واجب الادا ہے"**۔ اور عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عام ویران جگہ پڑے مال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **«فيه وفي الركاز الخمس»** **"اس میں اور رکاز میں خُمس (پانچواں حصہ) ہے"**۔ علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«وفي السيوب الخمس. قال: والسيوب عروق الذهب والفضة التي تحت الأرض»** **"اور سیوب میں خُمس (پانچواں حصہ) ہے۔ فرمایا: اور سیوب زمین کے اندر سونے اور چاندی کا عرق (پسینہ) ہے"**، اس کو ابن قدامہ نے المغنی میں ذکر کیا ہے۔

ج۔ اس بنا پر ہر قسم کا مدفون مال جیسے سونا، چاندی، زیورات، جواہرات وغیرہ اگر قبروں، کھنڈرات، گزشتہ قوموں کے شہروں، بنجر زمین، عادیوں کے ویران زمین یعنی قوم عاد سے منسوب زمین، جو جاہلیت میں دفنایا گیا ہو یا مسلمانوں کے گزشتہ اسلامی دور میں دفنایا گیا ہو، اسی کی ملکیت ہو گی جس کو وہ ملا ہو اور وہ اس میں سے خُمس (پانچواں حصہ) بیت المال کو دے دے گا۔

اسی طرح قلیل مقدار میں معدانیات جو محدود مقدار میں ہو اور لا محدود نہ ہو، جیسے سونا یا چاندی چاہے عرق (مائع) ہو یا اینٹ (ٹھوس)، ایسی بنجر زمین میں ملے جو کسی کی ملکیت نہ ہو تو یہ اسی کی ملکیت ہے جس کو ملا ہو، وہ اس میں سے خُمس (پانچواں حصہ) بیت المال کو دے گا۔ اگر وہ لا محدود ہو یعنی کان ہو اور محدود مقدار میں دفنایا گیا نہ ہو تو یہ عوامی ملکیت کے حکم میں داخل ہے، اس کی الگ تفصیلات ہیں۔

رکاز پانے والے اور (محدود) معدانیات پانے والے سے لیا جانے والا خُمس (پانچواں حصہ) مالِ فئے کی طرح ہے اور اسی کے حکم میں ہے۔ اسے بیت المال میں دیوانِ فئے اور خراج میں رکھا جائے گا اور اسی طرح خرچ کیا جائے گا۔ اس کا معاملہ خلیفہ کے حوالے ہے، وہ اس کو امت کے امور کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اپنی رائے اور اجتہاد کے مطابق خرچ کرے گا، جیسے بھی اس کو خیر و بھلائی نظر آئے۔

د۔ جس شخص کو اپنی ہی ملکیت جیسے زمین یا مکان میں رکاز ملے وہ اس کا مالک ہے چاہے یہ زمین یا عمارت اس کو میراث میں ملی ہو یا اس نے خریدی ہو۔ جس کو دوسرے کی زمین یا مکان میں رکاز ملے تو ملنے والا رکاز اس شخص کا ہے جو زمین یا عمارت کا مالک ہے، اس شخص کا نہیں جس کو ملا ہے۔ 5 محرم الحرام 1435 بمطابق 11 اگست 2013ء) سوال کا جواب ختم ہو گیا۔

2۔ 18 ستمبر 2014ء کے سوال کے جواب میں سے:

(۔۔۔بخاری اور مسلم نے ابن شہاب سے انہوں نے سعید بن مسیب سے انہوں نے ابی سلمہ بن عبد الرحمن سے انہوں نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«وَفِي الرِّكَازِ الخُمُسُ» "اور رکاز میں خُمس (پانچواں حصہ) ہے"**۔ رکاز قدیم زمانے میں دفنایا ہوا مال ہے یا محدود معدانیات کا عرق (رگیں یا مائع)۔۔۔ جس کو یہ اس کی اپنی ملکیت کی زمین یا عمارت میں ملے تو وہی اس کا مالک ہے، جس کو اپنی زمین کے علاوہ کہیں اور ملے تو جس کی زمین یا عمارت میں رکاز یا معدن ملا ہو، اسی کا ہے، جس کو ملا ہے اس کا نہیں،۔۔۔ رکاز ملتے ہی خُمس (پانچواں حصہ) واجب ہو جاتا ہے، اس کو ادا کرنے میں تاخیر جائز نہیں۔

رہی یہ بات کہ کیا خُمس زکوۃ ہے یا فئے یعنی "ریاست کی ملکیت"، تو جواب یہ ہے کہ یہ زکواۃ نہیں بلکہ فئے ہے، اس کے دلائل میں سے وہ ہے جس کو ابوعبید نے مجالد سے، انھوں نے شعبی سے روایت کی ہے کہ: "ایک آدمی کو شہر سے باہر دفنائے گئے ایک ہزار دینار ملے، وہ ان کو لے کر عمر بن خطابؓ کے پاس آیا، آپؓ نے ان میں سے خُمس

یعنی دو سو دینار رکھ لیے اور بقایا اس آدمی کو واپس کر دیا۔ عمرؓ نے ان دو سو دینار کو وہاں پر موجود مسلمانوں میں تقسیم کیا، جن میں سے کچھ بچ گئے تو فرمایا: وہ دینار والا کہاں ہے؟ وہ سامنے آیا تو فرمایا: یہ لے لو، یہ تمھارے ہیں"۔

شعبی کی حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ عمرؓ نے رکاز پانے والے سے جو لیا، وہ صرف پانچواں حصہ تھا، باقی چار حصے اسی کو واپس دیا۔ یہ لیا جانے والا خُمس زکوۃ نہیں تھا بلکہ فئے کی طرح تھا، کیونکہ اگر یہ زکوۃ ہوتی تو اس کو صرف زکوۃ کے مصارف پر خرچ کیا جاتا اور اس میں سے اس شخص کو نہیں دیا جاتا جس کو رکاز ملا تھا، کیونکہ وہ مالدار تھا، زکوۃ مالدار کے لیے جائز نہیں۔

یوں رکاز جتنا بھی زیادہ ہو، اس کے چار حصے اس کے ہیں جس کو رکاز ملا ہو اور پانچواں حصہ بیت المال کا ہے۔ یہ نصاب پر موقوف نہیں کیونکہ یہ زکوۃ نہیں، اس لیے چاہے رکاز کی قیمت نصاب کے برابر ہو یا اس سے کم ہو، اس میں سے خُمس ہر حال میں بیت المال کو ادا کرنا ہے۔

آج چونکہ بیت المال کا وجود نہیں اس لیے جس کو رکاز ملا ہو وہ اس کا خُمس مسلمانوں پر خرچ کرے یا ان میں سے ضرورتمندوں کو دے دے۔۔۔ جو وہ بہتر سمجھتا ہے۔

23 ذوالقعدہ 1435 ہجری بمطابق 18 ستمبر 2014ء) سوال کا جواب ختم ہو گیا۔

یہ کافی ہے اور اللہ ہی زیادہ علم و حکمت والا ہے

آپ کا بھائی

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

19 صفر 1444 ہجری

بمطابق 15 ستمبر 2022ء

فہرست

میڈیا پیغام:: فلسطینی مسلمان شہریوں کا وقار اور صبر کے ساتھ شہادت کو گلے لگانا ہمارے مسلمان فوجی افسران کیلئے سبق ہے کہ وہ مسجد الاقصیٰ کی آزادی کیلئے آگے بڑھیں

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

فلسطین کی آزادی کے لیے پاکستان کی مسلح افواج بھیجنے کے لیے پاکستان کی قیادت پر مسلسل دباؤ بڑھ رہا ہے۔ پس اس بڑھتے دباؤ کو کم کرنے کے لیے ایک نیا بیانیہ پھیلایا جارہا ہے۔ کچھ عناصر کی جانب سے یہ پوچھا جارہا ہے کہ فلسطینیوں کو اپنی جانیں دینے کی کیا ضرورت ہے جبکہ سب کو معلوم ہے کہ آخر میں جانی نقصان فلسطینیوں کا ہی زیادہ ہو گا؟ اس حوالے سے مندرجہ ذیل نکات قابل غور ہیں۔

1۔ فلسطین کے مسلمان بڑی تعداد میں شہید ہو رہے ہیں۔ تاہم جن مسلمانوں کے گھر تباہ ہو رہے ہیں، جن کے بچے شہید ہو رہے ہیں اور جو اس جنگ کی پوری قیمت برداشت کر رہے ہیں، وہ اپنی مشکل ترین صورتحال کا کوئی گلہ اور شکایت نہیں کر رہے، بلکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ، صبر، استقامت اور مزاحمت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ بلاوجہ شہید نہیں ہو رہے ہیں۔ وہ جنت کے اعلیٰ درجات میں سعادت کی ابدی زندگی کے لیے شہادت کو گلے لگا رہے ہیں۔

2۔ جو بھی قیامت کے دن اپنے انجام کے حوالے سے ڈرتا ہے، اس کے لئے فلسطین کے مسلمانوں میں ایک عظیم نمونہ ہے۔ ان کی جان ومال کا نقصان ہمارے ضمیروں کو جھنجھوڑ رہا ہے۔ ان کی یہ عظیم قربانی ہم سب کو بے مثال انداز میں سوچنے، بولنے اور مطالبہ کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ ہمارے فوجی افسران فلسطین کے مسلمانوں کے

ساتھ کھڑے ہوں اور رب کے سامنے اعلان کریں کہ، "اے اللہ ! ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ ہمارے مال و جان ہم سے جنت میں داخلے کے عوض قبول کر لیجئے۔"

3۔ فلسطین کی صورتحال کسی تجزیے، سازشی تھیوری یا بہت ہی پیچیدہ حکمت عملی کی محتاج نہیں۔ صورتحال بالکل واضح ہے۔ اب یہ صرف ایمان کا مسئلہ ہے، یہ تقویٰ کا مسئلہ ہے کہ مسلح افواج کی جانب سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا جائے۔ یہ وہن یعنی دنیا کی زندگی سے محبت اور موت سے خوف سے نجات حاصل کرنے کا مسئلہ ہے۔ ہمارے فوجی افسران اپنی بٹالینز کو متحرک کریں، اور جو بھی غدار ان کے راستے میں آئے، اسے دبوچ لیں۔

4۔ جہاں تک "رووَیضه" یعنی ذلیل حکمرانوں اور ان کے خوشامدیوں کا تعلق ہے، تو جب فلسطین کے مسلمان شکایت نہیں کر رہے، تو ان کا وکیل بن کر کوئی بھی ان کی جانب سے شکایت کیوں کرے، اور وہ بھی تم جیسے گھٹیا لوگ کس منہ سے شکایت کر رہے ہیں؟ اپنے فرض سے غفلت برتتے ہوئے اپنے لیے بہانے بنانا بند کریں۔ اس وقت کی مسلمانوں کی بدترین صورتحال بھی تم کو اس بات پر مجبور نہیں کر رہی کہ تم استعمار کی غلامی چھوڑ دو۔ اب بھی، تم یہودی وجود کے ساتھ نارملائزیشن)تعلقات قائم کرنے(اور اس کے قبضے کو قانونی شکل دینے کے لیے اقدامات کر رہے ہو۔ ایک جانب ہٹ جاؤ، ورنہ تم کو ہٹا دیا جائے گا۔

اے افواج پاکستان میں موجود صلاح الدین کے فرزندو ! آپ پر تمام تر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ بہترین تجارت کا انتخاب کرو۔ اپنے خون اور گولہ و بارود سے اپنے دین کے حق میں طوفانوں کا رخ پھیر دو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَـنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَ يُقۡتَلُوۡنَ﴾

"بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے، اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں") التوبہ،9:111)

فہرست

نُصرة

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالی نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کر کے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفۂ راشد کو قرآن و سنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرما دیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی" (مسند امام احمد)